کیرانہ

کل اور آج

"kairana - Kal Aur Aaj"

۲۰۰۴ء سے کیرانہ ویب سائٹ میں پڑھی جارہی نایاب تاریخی جانکاریاں

مرتب

محمد عمر کیرانوی

Mohd. Umar Kairanvi

وَیب ماسٹر کیرانہ ویب سائٹ

Established : kairana.blogspot.in
Web Master : Ghalib Institute (Aiwan-e-Ghalib), New Delhi - 2
Ex-Editor(H.) : jadeed adab - German
E-mail : umarkairanvi@gmail.com
Mobile No. : 9897936687 (Sat-Sunday Kairana)
9871416172(Delhi)

بہ تعاون:

ریٹائرڈ ماسٹر
حاجی مولانا شمس الاسلام مظاہری باغباں
M.A. ، حکیم (رجسٹرڈ)
عیدگاہ روڈ، کیرانہ Mobile: 9997428050

سرورق وتصاویر اور کمپیوٹر سیٹنگ: باغباں
طباعت: فرید بکڈ پو، نئی دہلی۔٦ ۔۔مئی ۲۰۰۷ء

پیش کنندہ:
kairana.blogspot.in
کیرانہ ویب سائٹ کمیٹی
ڈاکٹر سلیم اختر فاروقی، جامع مسجد، کیرانہ Mobile: 9319390508

Rs. 20

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمر کیرانوی

مجاہدالاسلام

مولانا رحمت اللہ کیرانوی

مجاہدِ اعظم پایۂ حرمین شریفین امام المناظرین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب بانی دارالعلوم حَرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، جمادی الاول ۱۲۳۳ھ کو قصبہ کیرانہ (ضلع مظفرنگر) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جدّ اعلیٰ شیخ عبدالرحمٰن گازرونی تھے۔ جو سلطان محمود کے ساتھ ہندوستان آئے اور پانی پت میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی ولادت سے قبل والدہ نے خواب دیکھا کہ تیرے یہاں چاند جیسا بیٹا ہوگا اور اُس کی روشنی تمام عالم میں پھیلے گی۔ مولانا رحمت اللہ نے بارہ برس کی عمر میں قرآن حفظ کرنے کے ساتھ دینیات اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے بزرگوں سے پڑھیں اس کے بعد دہلی بغرض تعلیم تشریف لے گئے اور مولانا محمد حیات صاحب کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حیات صاحب کے بارے میں سرسید نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ کی تعلیم کے فیض سے معمولی طالب علم اس وقت کے فضلا سے بہتر اور برتر مانا جاتا تھا۔ دوسرے اہم استاد عارف باللہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب چشتیؒ صاحب جو کہ استادِ شاہِ وقت حیات صاحب کے شاگردوں میں تھے۔ تمام علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ حکیم فیض محمد صاحب جو کہ اپنے زمانہ کے مشہور باکمال طبیب تھے اُن سے علم طب حاصل کیا۔ آپ کے شجرۂ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں اِس خاندان نے طبّی خدمات دی ہیں۔ جہانگیر بادشاہ کے وزیر نواب مقرب خاں کیرانوی نے طبّی خدمات کے ساتھ ساتھ بہت سے نمایاں کام انجام دیے۔ مصنف لوکارنم سے ریاضی کی تعلیم پائی۔ ناسازگار حالات اور ہندوستان میں عیسائیت کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو روکنے کی فکر نے آپ کو اس کا موقع نہ دیا کہ مزید علم حاصل کریں۔ دربار کیرانہ کی مسجد میں حضرت مولانا نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کے فیضیاب طلباء میں مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری مصنف حمد باری بہت ہی قابل طالب علم ہوئے۔

۱۲۵۶ھ میں حضرت مولانا مرحوم کی اپنی خالہ کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ دہلی میں مہاراجہ ہندو راؤ کے یہاں میر منشی بن کر رہے۔ بعض خانگی مجبوریوں کی وجہ سے مولانا کو کیرانہ واپس جانا پڑا۔ کیرانہ پہنچ

کر درس و تدریس کے ساتھ ردِّ نصاریٰ پر اہم کتاب ''ازالۃ الاوہام'' لکھنی شروع کی۔ ازالۃ الاوہام کی چھپائی کے دوران ہی مولانا سخت بیمار ہوگئے۔ ایک روز مولانا فجر کی نماز کے بعد رونے لگے عزیز واقرباء نے سمجھا کہ آپ زندگی سے مایوس ہیں۔ آپ نے فرمایا ''بخدا صحت کی کوئی علامت نہیں لیکن انشاء اللہ شفا ہوگی۔ رونے کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ ساتھ ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں ''اے جوان! تیرے لئے رسول اللہ کی یہ خوشخبری ہے اگر تالیف ''ازالۃ الاوہام'' مرض کی وجہ ہے تو وہی باعث شفاء ہوگی''۔ الحمد للّٰلہ آپ صحت یاب ہوئے۔ اس کتاب میں ردِّ نصاریٰ کے اکثر مباحث کا جواب ہے۔ ازالۃ الاوہام کے طبع ہونے سے قبل ہی دہلی میں کافی شہرت ہوگئی اور اس کی مخالفت کی تیاریاں بھی شروع ہوگئی تھیں۔ اس وجہ سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اُس دور کے لائق و فاضل عالم حضرت مولانا نورالحسن صاحب کاندھلوی کو مسودہ اصلاح کے لیے بھیجا تھا۔

مولانا رحمت اللہ صاحب دہلی میں ''ازالۃ الاوہام'' کی طباعت کے سلسلے میں دہلی آئے تو اُن کی ملاقات ڈاکٹر وزیر خاں سے ہوئی جو مولانا رحمت اللہ کے مخلص دوست ثابت ہوئے۔ اس عظیم شخصیت کا ساتھ مولانا رحمت اللہ کے بہت کام آیا۔ ڈاکٹر صاحب آگرہ میں انگریزی شفاخانہ میں اچھے عہدے پر مامور تھے۔ انگریزی کی اعلیٰ قابلیت کی وجہ سے ترجمہ میں مولانا کے بازو بن گئے جس کا مولانا کو اعتراف تھا کہ وہ ان کے لیے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر وزیر خاں صاحب جب ڈاکٹری کی ڈگری لینے انگلینڈ گئے تو وہاں سے نصرانیوں کی بہت سے کتابیں ساتھ لیتے آئے، ان کتابوں کا مطالعہ مناظرۂ آگرہ میں بہت کام آیا۔

آگرہ میں پادری علما کی خاموشی سے ناجائزہ فائدہ اٹھاتے تھے اور عوام میں پروپیگنڈہ کرتے پھرتے تھے کہ ہمارے مذہب کی حقانیت کا رعب اور اثر اتنا ہے کہ ہندوستانی علماء ہمارے اعتراضوں کا جواب اور اپنے مذہب کی صداقت ثابت نہیں کر سکتے۔ اسی دور میں مولانا رحمت اللہ ڈاکٹر وزیر خاں کی دعوت پر آگرہ آئے۔ آگرہ میں مولانا کے دو مناظرے ہوئے جو کہ چھوٹا مناظرہ اور بڑا مناظرہ کے نام سے مشہور ہوئے چھوٹا مناظرہ دو تین پادریوں و مولانا رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خاں کے درمیان ہوا۔ جس میں پادریوں کو شکست ہوئی لیکن یہ بات ان لوگوں تک ہی محدود رہی تھی چنانچہ مولانا نے ایک بڑے مناظرے کا قصد اور تیاری کی تاکہ دنیا دیکھے اور سُنے۔ مولانا کی کوششوں سے پادری فنڈر عام مناظرے کے لئے راضی ہوا۔ شرط یہ طے پائی کہ جو ہار جائے گا دوسرے کا مذہب اختیار کر لے گا۔ مناظرہ تین روز چلنا تھا مگر دو روز کی شکست نے پادریوں کو تیسرے دن منہ دکھانے کا قابل نہ چھوڑا اور وہ نہ آئے، مولانا

رحمت اللہ کیرانوی اور ڈاکٹر وزیر خاں نے جو انجیل کے نسخے جمع کیے تھے انہیں بھرے مجمع میں دکھا ثابت کیا کہ کسی میں کچھ ہٹا دیا گیا کسی میں کچھ بڑھا دیا۔ بھرے مجمع میں پادریوں کا انجیل میں تحریف قبول کرنی پڑی۔ مناظروں میں پادریوں کی شکست کا فائدہ یہ ہوا کہ پادریوں کا زور شور گھٹ گیا اور کتابیں جو کثرت سے بانٹتے تھے اسے موقوف کر دیں۔ مولانا اور بڑا مناظرہ کرنا چاہتے مگر پادری فنڈر ہندوستان سے چلا گیا، بعد میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے مناظرہ قسطنطنیہ میں ہوتا مگر مولانا کی آمد کی خبر سنتے ہی پادری فنڈر وہاں سے بھی غائب ہو گیا۔ رہی سہی کسر عیسائیت کی مولانا کے شاگردوں نے توڑ دی جن میں مولانا شرف الحق نے مولانا رحمت اللہ سے مناظرہ کی اجازت لے کر عیسائیوں سے سینکڑوں مناظرے کئے الحمد لِللّٰہ سب میں پادریوں کو ہارنا پڑا سچ کی جیت ہوئی۔

مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتب و ردِّ نصاریٰ کی تالیف جہاد بالقلم اور آگرہ کا مناظرہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ میرٹھ کے مجاہدین نے جنگ آزادی کا بگل بجایا۔ دوسرے مجاہدین کے ساتھ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے بھی جنگ آزادی کا نقشہ بنانے میں حصہ لیا اور جنگ میں اپنے ساتھیوں ڈاکٹر وزیر خاں صاحب اور مولوی فیض احمد بدایونی کے ساتھ جنگ آزادی میں شریک ہوئے۔ قصبہ کیرانہ میں زمینداری شیوخ اور مسلمان گوجروں کے ہاتھوں میں تھی جن میں دیانت داری کے ساتھ جوش بھی موجود تھا۔ تھانہ بھون اور کیرانہ کا ایک محاذ قائم کیا گیا۔ مجاہدین کی جماعت مدافعت اور مقابلہ کرتی رہی۔ شاملی کی تحصیل پر حملہ کیا گیا۔ تھانہ بھون کا محاذ حاجی امداد اللہ صاحب اور کیرانہ کا محاذ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سنبھالے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں عصر کی نماز کے بعد مجاہدین کی تنظیم و تربیت کے لیے کیرانہ کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقّارہ کی آواز پر لوگوں کو جمع کیا جاتا اور اعلان ہوتا۔

''ملک خدا کا اور حکم مولوی رحمت اللہ کا''

شاملی کی تحصیل کو توڑنے میں حافظ ضامن صاحب شہید ہوئے۔ اس سلسلے میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا وارنٹ جاری کر دیا گیا۔ مولانا روپوش ہو گئے۔ مولانا نے پنجیٹھ گاؤں میں پناہ لی وہاں انگریزوں نے گاؤں والوں کو پریشان کیا جس پر مولانا نے ان کو پریشانی سے بچانے کے لیے کہا کہ اس سے اچھا تو میں گرفتار ہو جاؤں اس پر گاؤں کے چودھری عظیم صاحب نے کہا اگر پورا گاؤں بھی گرفتار ہو جائے اور ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا تو ایسے وقت بھی آپ کو فوج کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ ایسے جانثار مجاہدین تھے مولانا کے ساتھی۔

انہی ایّام میں مولانا رحمت اللہ صاحب اپنا نام مصلح الدین رکھ کر دہلی سے روانہ ہوئے اور جے پور، جودھپور کے مہیب اور خطرناک جنگلوں کو پا پیادہ طے کرتے ہوئے سورت پہنچے۔ سورت سے حج

کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک طویل اور آلام و مصائب سے بھرے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے اللہ پر شاکر توکُّل پر تکیہ کیے صبر کے مجسمے مجاہد الاسلام مرکز اسلام مکہ معظّمہ میں پہنچے تا کہ اللہ کے گھر کے زیر سایہ مذہبِ اسلام کی کوئی سبیل نکال سکیں۔

۱۸۵۷ء کے قافلۂ علم کے سالار مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب تھے۔ جنہوں نے دیوبند میں آزادی کے لیے ایک چھاؤنی قائم کی اور اس کا نام مدرسہ دیوبند رکھا جسے دارالعلوم دیوبند کے نام سے تاریخی شہرت حاصل ہوئی۔ مولانا محمد قاسمؒ کا نظریہ تھا ''العلم قوۃ'' مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اسی نظریے کے مطابق ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام مدرسہ صولتیہ رکھا گیا۔ علم مکّہ معظّمہ سے چل کر ولی اللّٰہ خاندان کے ذریعہ ہندوستان آیا تھا۔ ہندوستان کے علماء کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسے (درسِ حدیثِ قرآن) پھر مکہ معظّمہ پہنچا دیا۔ حضرت کے عہدِ مبارک کے بعد آج بھی اس مرکزی درسگاہ سے علمی فیض اور دینی خدمت کا سلسلہ جاری ہے۔ دورِ حاضر کے مقبول شاعر کلیم احمد عاجزؔ مدرسہ صولتیہ کا تعارف اپنے شاعرانہ انداز میں یوں دیتے ہیں:

''یہ مدرسہ کا مدرسہ ہے، خانقاہ کی خانقاہ ہے، دفتر کا دفتر ہے، سرائے کی سرائے ہے...... جو جس کیفیت کا طلبگار ہو ملے گی...... یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو صدیوں پہلے ہوا کرتا تھا...... یہاں تعلیم کا خواہش مند علم حاصل کر سکتا ہے...... عقل کے طالب کو عقل مل سکتی ہے، جنوں کے دیوانوں کو جنوں حاصل ہو گا...... اہل عشق کو عشق کی گرمی نصیب ہو گی...... محبت چاہے تو جتنی چاہے اس سے زیادہ ملے...... روٹی کپڑا مکان چاہے تو بقدر ظرف وہ بھی وہ موجود ہے۔ فتویٰ چاہے تو فتویٰ حاضر...... امانت رکھنا چاہو...... بیاو بگذار کہ ایں خانہ خانۂ تست...... امانت واپس لینا چاہو...... تو وہ پڑی ہے اٹھا لو...... ادب چاہو تو وہ لے لو...... شاعری چاہو تو سبحان اللہ وہ بھی حاضر...... مختصر یہ کہ انسانیت کا ڈپارٹمنٹ اسٹور ہے...... جو چاہو...... جب چاہو...... جتنا چاہو لے لو۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کئی تصانیف بازار میں دستیاب نہیں (موجودہ دور میں کتابوں کو محفوظ و عام کرنے کا ایک طریقہ کتاب کو آن لائن کر دینا ہے) جو دستیاب ہیں اُن میں ''ازالۃ الشکوک'' میں عیسائیوں کے انتالیس سوالوں کا جواب ہے۔ اور اس میں نبوت محمدی اور تحریف انجیل کے مدلّل ثبوت ہیں۔

اعجازِ عیسوی میں مولانا نے کامل طور پر انجیل کا غیر معتبر ہونا ثابت کیا ہے۔

'اظہار الحق' جو کہ اصل عربی میں ہے۔ مولانا کی آخری عمر کی ہے۔ جس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ انٹرنیٹ پر انگریزی ترجمہ آسانی سے مل جاتا ہے۔ 'اظہار الحق' کی تیاری میں مولانا نے عربی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں کے تراجم کے مطالعے کے بعد جب ردِّ عیسائیت پر آخری بار قلم اٹھایا

تو وہ شاہکار تصنیف وجود میں آئی جس نے مسیحی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔

لندن ٹائمز نے اظہار الحق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اگر لوگ اس کتاب کو پڑھتے رہیں تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی۔ علمائے اسلام کی طرف سے جتنی کتابیں ردِ عیسائیت میں لکھی گئی تمام میں ''اظہار الحق'' کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ بعد میں اس کا ترجمہ پاکستان سے ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے چھپا جو اَب دیوبند سے بھی دستیاب ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے ''بیان القرآن'' میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ''قصص القرآن میں'' اور حضرت مولانا محمد علی نے ''پیغام محمدی'' میں آپ کی کتابوں کی بے حد تعریف کی ہے۔

قادنیت کے مقابلے میں علامہ کشمیری میدان میں آئے تو آپ کے مطالعہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تصانیف اظہار الحق، ازالۃ الاوہام، ازالۃ الشکوک اور اعجازِ عیسوی کثرت سے رہا کرتی تھیں ان کتابوں کے مطالعے کرتے اور مولانا کے لئے دعائے خیر ان الفاظ میں کرتے ''اللہ مولوی رحمت اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی کتابیں عقائد اسلامیہ کے تحفظ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ خدانخواستہ وقت پڑنے پر ہمارے علما کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں''۔

مولانا کا انتقال رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں ہوا۔ آپ کا مزار جنت المعلیٰ میں ہے۔ آپ کے ہم پہلو حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا مزار بنا تھا، یہ جگہ بعد میں ہموار کر دی گئی۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب سے متعلق مزید جانکاری کے لئے کیرانہ ویب سائٹ www.kairana.net دیکھیں۔

--

ماخذ: (۱) ایک مجاہد معمار (مولانا سلیم صاحب)، (۲) آثارِ رحمت (امداد صابری)، (۳) فرنگیوں کا جال (امداد صابری)۔ (۴) بائبل سے قرآن تک (مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ)۔ (۵) گل آثارِ رحمت (مولانا رحمت اللہ یادگار کمیٹی)۔ (۶)۔ خطبات مناظر الاسلام (مولانا سید طاہر حسین گیاوی)۔ (۷)۔ یہاں سے کعبہ، کعبہ سے مدینہ (کلیم احمد عاجزؔ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مجاہد معمار

مولانا رحمت اللہ کیرانوی

(ہندی)

فرید بک ڈپو، دہلی۔۶

۲۰ روپے

عمر کیرانوی

مولانا وحید الزماں کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

تجھ پہ عربی ادب کو بڑا ناز تھا — جس سے لاکھوں میں تو ہی سرفراز تھا
تجھ کو فیضانِ حق سے قلم وہ ملا — جو عرب سے بھی آنکھیں ملاتا رہا
(زبیر اعظمی)

۱۷؍فروری ۱۹۳۰ء میں کیرانہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد مولانا مسیح الزماں صاحب کیرانوی دارلعلوم دیوبند سے فاضل اور اس وقت کے بڑے کاشت کار اور وکیل تھے۔ آزادی (۱۹۴۷ء) کے زمانہ میں اُن کو مجسٹریٹ بھی بنایا گیا، اُس دور میں کیرانہ کی جامع مسجد کی ذمہ داری بھی مسیح الزماں صاحب کے پاس تھی۔ وہ مولانا احمد اللہ صاحب رائین کے ساتھ برطانیہ کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کرنے کے جرم میں ایک ماہ جیل میں رہے۔ دیوبندی علماؤں کے ساتھ بھی آپ آزادی کی لڑائی میں شامل تھے۔ جامع مسجد میں مولانا وحید الزماں صاحب کے پہلے اُستاد مولوی محمد خالد صاحب رائین تھے جو مولانا احمد اللہ صاحب کے لڑکے تھے، وہ اس خدمت کے لئے کچھ نہیں لیتے تھے جبکہ ان کی بچوں پر محنت کے بارے میں مولانا وحید الزماں کیرانوی صاحب خود لکھتے ہیں کہ مولانا خالد صاحب ایک بڑے کاشت کار کے بیٹے تھے اس لئے کبھی کبھی ایک ہفتہ تک رات میں کھیت پر پانی دینے جانا ہوتا تب وہ اُن کتابیں کو ساتھ لے جاتے جن میں سے اگلے دن بچوں کو سمجھانا ہوتا تھا، رات بھر مطالعہ کرتے اور پھر صبح بچوں کو پڑھانے کے بعد آرام کرتے۔

مولانا وحید الزماں کیرانوی صاحب جھنجھانہ، دلی اور حیدرآباد کے بعد اسلامی معیاری تعلیم کے حصول کے لئے دیوبند چلے گئے۔ مولانا قاضی مجاہد الاسلام لکھتے ہیں کہ ۷۰-۱۹۶۹ء میں آپ کا نتیجہ امتحان دیکھ کر سب نے واہ واہ اور آفریں کہی۔ پڑھائی پوری کرنے کے بعد آپ دارالعلوم میں استاد ہو گئے، یہ وہ زمانہ تھا جب دیوبند سے لکھنؤ کے طلباء چھٹیوں میں اپنے گھر جاتے تو راستہ میں دارالعلوم ندوہ لکھنؤ کے طلباء ان پر عربی دانی کی دھاک جماتے تھے۔ آپ کے معلم بننے کے بعد دارالعلوم کے طلباء ندوہ والوں کو ڈھونڈھ کر اپنا سکہ جمانے لگے۔ آپ نے ۲۸ سال دارالعلوم کی خدمت کی، بہت سے نمایاں کام انجام دئے۔ اردو، عربی کی کئی کتابیں لکھیں، جن میں عربی لغت القاموس الجدید کو بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی، کئی کتابیں مدرسوں کے نصاب میں شامل ہیں۔ دنیا میں سیکڑوں آپ کے شاگرد موجود ہیں۔ دارالعوم کی کئی عمارتیں آپ کی زیر نگرانی تعمیر ہوئیں۔

۱۹۸۵ء میں آپ معاون مہتمم بنائے گئے۔۱۹۹۰ء میں مولانا اسعد مدنی کے ایماء پر آپ کو زبردستی ہٹادیا گیا،اس بارے میں آپ کے تلامذہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے مولانا وحیدالزماں کیرانوی کی کامیابیوں سے خطرہ محسوس کیا۔اس بارے میں تفصیل سے جاننے لئے ''ترجمان دارالعلوم'' کا وحیدالزماں کیرانوی نمبر ملاحظہ فرمائیں۔

تجھ کو بھولا نہ دارالعلوم آج تک　　جس میں تو نہر حکمت بہاتا رہا
(زبیراعظمی)

ایک ملاقات میں مولانا وحیدالدین خاں ایڈیٹر''الرسالہ'' نے مولانا وحیدالزماں کیرانوی صاحب کی باتوں باتوں میں عربی دانی کی جانچ کی اورآپ کی عربی دانی کی بے حد تعریف کی۔آپ مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کے مدرسہ صولتیہ مکہ بھی گئے، سعودی عرب،کویت،مصر،انگلینڈ، ماریشس،فرانس وغیرہ ممالک کا آپ نے سفر بھی کیا۔آخری لمحات میں مولانا وحیدالزماں کیرانوی صاحب نے اپنے اوپر جادوٹونے کا اثر محسوس کیا، یہاں تک کہ جس عامل سے آپ کو فائدہ ہوا،اس کی بھی موت ہوگئی۔

آپ کی وفات ۱۵/اپریل ۹۵ء کو دہلی میں ہوئی ،دیوبند میں دفنائے گئے۔آپ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔چھوٹے بھائی مولانا عمیدالزماں کیرانوی صاحب دہلی کی اہم شخصیت ہیں۔

زیرنگرانی تعمیراتِ دارالعلوم اور لغات کے علاوہ دیگر تصانیف وغیرہ کی تصویروں کو دیکھیں www.kairana.net پر۔

-----0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0-----

حاجی عبداللہ عرف حاجی بھائی رحمۃ اللہ علیہ (گوجر)

صاحبِ تقویٰ، ولی صفت حاجی بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب کیرانہ ملنے آیا کرتے تھے۔ایک واقعہ جو کیرانہ میں بہت مشہور ہے، چودھری ارشاد صاحب،شہر صدر، سماج وادی پارٹی جانکاری دیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ تھانویؒ صاحب (وفات ۱۹۳۶ء) بھائی صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے،تب آپ شاملی روڈ پر واقع رجباہے (چھوٹی نہر) میں کپڑے دھو رہے تھے،سلام کے بعد حاجی بھائی نے کہا حضرت آپ کھیت پر تشریف لے جائیں میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔ تھانویؒ صاحب نے کھیت پر ناراضگی کا اظہار کیا کہ میں اتنی دور سے آیا اور آپ رجباہے سے باہر نہیں نکلے۔ آپ نے کہا کہ حضرت تب میں اپنی بیوی کے کپڑے دھو رہا تھا،آپ کو دیکھ کر میں نے کپڑے پانی میں پیروں کے نیچے دبا لئے تھے،اگر میں باہر آتا تو وہ پانی میں بہہ جاتے اور اگر میں کپڑے ہاتھ میں لے کر باہر آتا تو غیر محرم کی نظر کپڑوں پر پڑتی۔اس روایت میں مزید اضافہ کرتے ہوئے اکبر انصاری صاحب ولد خلیفہ رامو کہتے ہیں کہ حاجی بھائیؒ صاحب بیوی کے کپڑے ایکھ (گنّوں کے کھیت) میں سُکھاتے تھے کہ غلطی سے بھی غیر کی نظر نہ پڑے۔اُس وقت گھروں میں پانی دستیاب نہیں ہوتا تھا اس لئے جو مرد پردے کا اہتمام رکھتے تھے وہ دُور سے پانی لاتے تھے یا نہر،تالاب یا کھیت پر جا کر خود ہی دھو لیتے تھے۔

ارشاد صاحب کے بقول حاجی بھائی صاحب آپ کی نانی کے دادا تھے۔تایا چوہدری ظہور حسن صاحب اکثر حاجی بھائی صاحب کے قصّے سناتے تھے جن کا دو سال پہلے ۲۰۰۵ء میں انتقال ہوگیا ہے۔تایا سے سنی باتوں سے جانکاری دیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ حاجی بھائی صاحب کبھی غصہ نہیں کرتے تھے،آپ کا معمول تھا کہ کھیت میں ہل چلاتے وقت چاروں کونوں پر پانی کی بدھنی (گھڑا) رکھتے تھے،جس سے آنے جانے والے پیاسوں کو پانی پلا سکیں اور ہل چلاتے وقت نماز کا وقت جس کونے پر ہوجائے اُسی کونے پر فوراً وضو کرسکیں۔اکثر بھولے بھالے لوگ آزماتے کہ دیکھیں بھائی صاحب غصہ کرتے ہیں یا نہیں، باربار پانی مانگنے پر بھی آپ بغیر غصّہ کئے خود ہی پانی پلاتے تھے،اس وجہ سے بھی خود پلاتے تھے کہ کہیں پیاسا ناپاک ہو اور اُن کا وضو کا پانی خراب ہوجائے۔

ایک اور واقعہ ارشاد صاحب سناتے ہیں جس سے بھائی صاحب کے تقویٰ یعنی خوفِ خدا کی انتہا کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی بھینس نے پڑوس کے کھیت کا ایک جوار کا پتہ کھالیا تو شام کو اُس بھینس کا دودھ اُس پڑوس کے کھیت کے مالک کے گھر پہنچا دیا اور کہا کہ اِس دودھ پر آپ کا حق ہے۔ایسا

ہی دوسرا واقعہ ہے کہ ہل چلاتے ہوئے اُن کے چھینکا لگے بیل نے پڑوسی کے آم کے پیڑ کی جھکی ہوئی ڈالی سے کسی طرح آم کھالیا تو بھائی صاحب فوراً پیڑ کے مالک کے پاس پہنچے اور بات بتا کر جاننا چاہا کہ اُس آم کی کیا قیمت لینا چاہیں گے۔ اُس آدمی نے مذاق میں کہا کہ اُس آم کی قیمت ۱۰۰ روپے لوں گا۔ تبھی گھر سے ۱۰۰ روپے لے آئے، جس پر وہ آم کے پیڑ کا مالک شرمندہ ہوا، اور کہا کہ حضرت میں تو مذاق کر رہا تھا، یہ تو بہت معمولی سی بات ہے اِس کی کیا قیمت لوں۔ تب بھائی صاحب نے کہا یا تو آم کی قیمت جو تم نے بتائی وہ لو یا معاف کر دو۔ معاف کرا کر آپ کی تسلّی ہوئی۔ اِس واقعہ میں مزید اضافہ کرتے ہوئے اکبر انصاری صاحب فرماتے ہیں کہ بھینسوں کو جو چھینکا لگایا جاتا ہے وہ بھائی صاحب کی ہی دَین ہے۔

ظہور صاحب سے سنی ایک اور روایت ارشاد صاحب بتاتے ہیں کہ کوئی بزرگ کیرانہ میں آنے والے تھے، اُنہوں نے کہلوایا تھا کہ وہ اُس گھر میں کھانا کھائیں گے جس گھر میں حلال رزق کھایا جاتا ہو۔ تب فکر مند حاجی بھائی صاحب کے پاس پہنچے اور مسئلہ بیان کیا، تب آپ نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میرا رزق حلال ہے، صرف ایک بار ایسا ہوا کہ مجھے فکر ہوئی کہ میرے رزق میں کچھ ملاوٹ ہوگئی ہے، یوں ہوا تھا کہ ایک بار میرے بیل نے دو چار قدم پڑوس کے کھیت میں رکھ دیے تھے جس وجہ سے اُس کے کھُرّوں (پیروں) پر کچھ مٹّی پڑوس کے کھیت کی لگ کر میرے کھیت میں آ گئی تھی۔ تب میں نے اُس پڑوسی سے معاف کرالیا تھا۔ اُس کے علاوہ کبھی مجھے اپنے حلال رزق میں کوئی کمی نظر نہیں آئی۔ اکبر انصاری صاحب اس روایت میں مزید بتاتے ہیں کہ حاجی بھائیؒ صاحب نے بعد میں یہ معمول بنالیا تھا کہ اُن کی بھینس یا بیل احتیاط کے باوجود جتنے قدم دوسرے کے کھیت میں رکھ دیتے، وہ اُتنے ہی پھاوَلے بھر کر اپنے کھیت کی مٹی اُس کے کھیت میں ڈالتے تھے۔

حاجی بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ تعلیم یافتہ نہیں تھے مگر تھانوی صاحب جیسے علماء کی صحبت اور تقویٰ (خوفِ خدا) نے آپ کو ولی صفت بنا دیا تھا، ایک مرتبہ کسی کیرانہ کے شخص نے حضرت تھانویؒ کے پاس پہنچ کر مسئلہ بیان کیا کہ حضرت میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا تھا کہ 'اگر وہ اپنے باپ کے گھر گئی تو، اُس کو طلاق'۔ کچھ وقت پہلے اپنے والد کے انتقال ہونے پر وہ اپنے والد کے گھر گئی تھی تو کیا اُسے طلاق ہوگئی۔ تب حضرت تھانویؒ نے کہا کہ اس مسئلہ کا حل حاجی بھائی صاحب سے کیرانہ جا کر معلوم کرو۔ وہ شخص بھائی صاحب کے پاس آیا اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ تب بھائی صاحب نے کہا کہ جب تمہاری بیوی اپنے گھر گئی تب وہ والد کے انتقال ہونے کی وجہ سے اُس کے بھائیوں کا گھر ہو چکا تھا۔ لہٰذا اُسے طلاق نہیں ہوئی ہے۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ بھی ارشاد صاحب اپنے تایا سے سُنا بتاتے ہیں کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو غصّہ میں طلاق دیدی، پھر بعد میں پشیمان ہوا اور علماؤں سے دریافت کیا کہ اب کیا کروں، تب سبھی نے مشورہ دیا کہ حاجی بھائی صاحب کے پاس جاؤ۔ بھائی صاحب نے بات سُن کر کہا کہ یہ بتاؤ کہ کیا تم

نے اپنی شادی میں بینڈ باجا بجوایا تھا۔ اُس شخص نے کہا ہاں حضرت میری شادی میں بینڈ باجا بجا تھا۔ یہ سُن کر حاجی بھائی صاحب بولے جب تم نے شادی میں شرع کے خلاف کام کیا تو تمہارا نکاح ہی نہیں ہوا، طلاق کی بات کہاں۔

شاعر شمشیر صاحب اپنے دادا عبدالرحیم صاحب سے سنا حاجی بھائی کا ایک قصّہ سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ کھیت کے پرانے کاغذوں کو دیکھتے ہوئے حاجی بھائی صاحب کو معلوم ہوا کہ کوئی زمین کا قطعہ جس پر وہ کاشت کرتے ہیں وہ کسی لالہ کا ہے، اُسی وقت آپ وہ زمین کا کاغذ لالہ کو دینے پہنچ گئے، زمین بھی اُس کے سپرد کر دی جبکہ اُس وقت تک کئی پیڑھیاں گزر چکی تھیں۔

بقول ماسٹر شمع صاحب ۲۰۰۷ء کے حج میں مکّہ میں حاجی بھائیؒ کے تقویٰ کے بارے میں بیان کیا گیا۔ حاجی بھائی صاحب اپنے کھیت میں وہ اناج، دالیں بویا کرتے تھے جن کا بیج وہ مکّہ سے لائے تھے۔

مظفر حلوائی صاحب اور ڈاکٹر سلیم اختر فاروقی صاحب کہتے ہیں کہ اُن کی دکان پر اکثر بزرگ لوگ حاجی بھائی صاحب کے قصّے سناتے ہیں۔

والد صاحب حاجی شمس الاسلام مظاہری باغباں صاحب بتاتے ہیں کہ اُن کو حاجی فضل قریشی صاحب شبِ برات کے موقع پر فاتحہ پڑھنے کے لئے دادا غریب اللہؒ، مولوی فیض اللہؒ، حاجی بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ بندوؒ صاحب (پٹھانوں کے قبرستان میں مدفون) کی تربت (قبروں) پر لے جایا کرتے تھے۔

آل درمیان میں چودھری منور حسن صاحب کی کوٹھی کی پشت پر ایک مینار کی مسجد ہے جو حاجی بھائی والی مسجد کہلاتی ہے، مسجد کے برابر والی گلی کے آخر میں آپ کا پیدائشی مکان تھا۔ بعد میں آپ کا خاندان اکرام پورہ میں بس گیا۔

علاقے کی طاقتور برادری کلسیان (ہندو گوجر اور مسلمان گوجر، جس کی پرانی تاریخ ہے) سے چلا گوجر خاندان شاہ جی جھنجھانہ والوں کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اسی گوجر برادری میں آگے چل کر تقویٰ کی یہ بے مثال شخصیت ہوئی تھی۔

حاجی بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندانی قبرستان کی کچی قبر میں دفن ہیں، جو جھنجھانہ کیرانہ بائی پاس روڈ، آریاپوری میں کمہاروں کے بھٹّے کے پاس ہے۔ کتبہ پر لکھا ہے ''راسُ الاتقیاء سراج الاولیاء حضرت حاجی عبداللہ رحمۃ اللہ عرف حاجی بھائی کیرانوی''۔

بھائی والی مسجد، بھائی صاحب کی قبر اور قبرستان کی تصویر کے ساتھ کلسیان اور کیرانہ کی تاریخی جانکاری کے لئے دیکھیں www.kairana.net یا پڑھیں ہندی کتاب ''کیرانہ کل اور آج''۔

(۲۰/مارچ ۲۰۰۷ء)

ماہرِ عملیات

حافظ بُندوُ رحمۃ اللہ علیہ (باغباں)

قصبہ کیرانہ کا دیر رات تک آباد رہنے والا پُر رونق امام گیٹ چوراہہ پر حافظ بُندو صاحب کے معتقد مظفر حلوائی صاحب جن کے دادا پیر ہیں حافظ بندو صاحب اپنے والد ماڑے حلوائی صاحب سے سنی ہوئی حافظ بندو صاحب کی عملی کمالات کی باتیں اکثر سناتے ہیں۔ حافظ صاحب کی عملیات سے وابستہ روایات جو بہت مشہور ہیں ان میں سے ایک واقعہ جسے مظفر صاحب نے نام کے تضاد کے ساتھ بیان کیا اُس واقعہ کو محمد ابراہیم انصاری مقیم محلّہ پوست خانہ حافظ عبدالحمید عرف حافظ میدوُ کے پڑوسی بیان کرتے ہیں کہ حافظ عبدالحمید عرف میدو (خلیفہ مجاز حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی) جو حافظ بندو باغباں صاحب کے شاگرد ہیں، اُنہوں نے کہا کہ مولوی فیض اللہ صاحب مرحوم جو کہ در بار والی مسجد کے دروازہ سے متصل مدفون ہیں ایک بار سرکار کے خلاف بغاوت کے جرم میں جرم سول نافرمانی میں گرفتار ہوگئے اور حکومت نے ان کو قسطنطنیہ (استنبول) کی جیل میں بھیج دیا۔ مولوی فیض اللہ صاحب آپ کے غمگسار ساتھی تھے، جیل سے اپنے رشتہ داروں کے ذریعہ حافظ بندو صاحب کو رہائی کے واسطے متوجہ کیا تب حافظ صاحب نے سوا گز لٹھ کا کپڑا اُن کے گھر سے منگوایا۔ حافظ میدو بیان کرتے ہیں کہ ہمیں پتہ نہیں حافظ جی نے کپڑے کا کیا کیا، ہاں اتنا معلوم ہے کہ وہ بعد عشاء جمنا ندی گئے اور صبح واپس آ کر نماز پڑھائی، ہم مکتب میں پڑھتے تھے، اگلے دن ہم نے دیکھا کہ مولوی فیض اللہ صاحب حافظ بندو والی مسجد کی برابر والی گلی سے جار ہے ہیں، ہم نے حافظ جی کو کہا کہ مولوی صاحب گلی سے جا رہے ہیں، حافظ جی بولے جانے دو، شام کو مولوی صاحب کے گھر پہنچے وہاں تذکرہ کرتے سنا کہ دو آدمی جیل میں آئے انہوں نے اپنے ساتھ مولوی صاحب کو لیا اور کہا آنکھ بند کر لو جب آنکھ کھولی تو سامنے جمنا ندی تھی۔ وہاں سے مولوی فیض اللہ صاحب پیدل گھر آئے۔

اس قصّہ کو نام کے تضاد کے ساتھ سلیمان باغباں صاحب، شیر خاں ساحل، شرافت خاں اور میر حسین عرف میرا بھی سناتے ہیں۔

مظفر صاحب جو حافظ جی کے حجرہ میں کچھ وقت لیٹ کر ہی معتقد ہوگئے اپنے بڑوں سے

سنا حافظ بندو صاحب کے عملیات میں کامیابی اور نماز کے پابندیٔ وقت کا ایک قصّہ یوں سناتے ہیں کہ حافظ صاحب نے ایک بار وہ پارس کی پتھری حاصل کرنے کا عمل کیا جس کا ذکر کتاب ''آثار رحمت'' میں ہے کہ دریا کنارہ بیٹھے ایک جوگی نے سوچا ہوا تھا کہ جو بھی اُس کے پاس آئے گا اُسے وہ پارس پتھری دیدیگا، اتفاق سے حضرت کبیر الاولیاء کا وہاں سے گذر ہوا، جوگی نے وہ پتھری اُنہیں دیدی۔ حضرت نے وہ دریا میں پھینک دی، جوگی ناراض ہوا تو کہا تم وہ پتھری مجھے دے چکے تھے، وہ میری ہو چکی تھی، میری مرضی چاہے جو کروں۔ جوگی کے بیحد خفا ہونے پر کہا دریا میں نظر ڈالو، وہاں بہت سی پارس پتھریاں تھیں۔ اور کہا ''اس کی جستجو کرو جو پتھروں کو پارس کی بنادیتا ہے''۔ مظفر صاحب بتاتے ہیں کہ یہ دریا کیرانہ کے پاس کا ہی تھا، اسی دریا پر حافظ بندو صاحب نے اس پتھری کو حاصل کرنے کے لئے عمل کیا جب وہ پتھری آپ کو حاصل ہونے والی تھی تبھی آپ کو نماز کے وقت کا دھیان آ گیا، جس وجہ سے عمل ٹوٹ گیا۔ پھر اس عمل کا دوبارہ آپ کو موقعہ نہ ملا۔

سلیمان باغباں صاحب بہت سے حافظ بندو صاحب کے قصّے سناتے ہیں جن سے حافظ جی کی دینداری اور عملیات میں نمایاں کامیابی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک داروغہ کا بڑا دلچسپ قصّہ سناتے ہیں جو مختصر یوں ہے کہ ایک داروغہ حافظ جی کو پریشان کرنے پہنچا تو آپ نے اُس سے کہا ''دفعہ ہو جا'' اُن کے رعب و دبدبے سے وہ واپس تھانہ چلا گیا، تھانہ میں اُس کی برخاستگی کا آرڈر آیا ہوا تھا، اُس نے سوچا حافظ جی نے جو ''دفعہ ہو جا'' کہا تھا یہ اُسی وجہ سے ہوا۔ وہ دوبارہ حاضر ہوا اور معافی مانگی۔ تب حافظ جی نے کہا ''جاؤ جاؤ، یہاں نہیں کہیں اور'' وہ نامراد لوٹا۔ تھانہ گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو برخاست نہیں کیا گیا وہ کاغذ غلطی سے آ گیا تھا، آپ کا تو تبادلہ ہوا ہے۔ یعنی ''یہاں نہیں کہیں اور''۔

دوسرا قصّہ ایک غیر مسلم کا سناتے ہیں کہ ایک غیر مسلم جاٹ نے ۲۵۰ بیگہ زمین سٹّے میں ضائع کری، وہ حافظ بندو صاحب کے پاس پہنچا اور گذارش کی کہ سٹّے کا نمبر بتا دیں جس سے میں اپنی زمین دوبارہ حاصل کر سکوں۔ بیحد اصرار پر آپ نے کہا کہ بتا تو دونگا پر تیرے کام نہیں آئے گا۔ بہت کہنے پر کہا ۸۹ (نواسی) نمبر لگا دینا۔ اُس نے وہ نمبر لگا دیا۔ اگلے دن معلوم ہوا کہ نمبر ۹۷ (اُناسی) آیا ہے۔ وہ روتا گڑ گڑاتا ہوا آیا کہ حضرت یہ کیا ہوا، حافظ جی نے کہا میں نے پہلے ہی کہا تھا یہ تیرے کام نہیں آئے گا، ۸۹ اور ۹۷ نمبروں میں مغالطہ تیرے ساتھ ہونا تھا۔ کیسے اِس جاٹ کو پریشانی سے نکالا یا داروغہ کی تراویح کا قصّہ اور مولانا مدنی سے وابستہ روایت جب ۱۹۳۲ء میں اُنہیں دو مہینے کی سزا ہوئی تب آپ سے رہائی کی دُعا کے لئے درخواست کی گئی، یہ سب قصّے بہت لمبے ہیں اس کے لیے ایک کتاب درکار ہوگی جو اس چھوٹی کتاب میں ممکن نہیں۔ دادا غریب اللہ صاحب کی طرح قوّالی کے شوقین صاحبِ عملیات حافظ بندو

صاحب کے بارے میں مزید جانکاریوں کے لیے سلیمان صاحب یا حافظ انصار صاحب سے ملا جاسکتا ہے۔

حافظ بندو صاحب علم کے قدران بھی تھے جب میرے تایا مولوی عبدالرحیم فتحپوری مسجد دہلی سے مولویت پاس کرکے آئے تو انہوں نے ایک روپیہ بطور انعام دیا، جب ایک روپیہ کا پون کلو (۷۵۰) گرام دیسی گھی آتا تھا۔

حافظ صاحب نے بچپن میں کھیتوں پر مزدوری کی، ۴۰ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ آپ خوش الحان قاری تھے۔ ڈپٹی صاحب کی خواہش پر آپ اُس مسجد میں آخر تک امام رہے جو اَب ''حافظ بندو والی مسجد'' کے نام سے موسوم ہے۔ ڈپٹی اکرام الحق صاحب کی طرف سے حافظ بُند و صاحب کا دوپہر کا کھانا پہنچایا جاتا تھا۔

حافظ بُند و صاحب کے استقبال میں اُس وقت کے باعزت لوگ تعظیم میں کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔

شرافت خاں صاحب بتاتے ہیں کہ اخیر عمر میں حافظ بندو صاحب کی بینائی چلی گئی تھی، جو لوگ ندرانہ میں بوجہ کامیابی عملیات دے جاتے تھے وہ ایک گھڑے میں ڈال دیتے تھے، بعدالممات حافظ جی نے جونقدا ثاثہ چھوڑا اسی نقدی سے مزار حافظ بندوُ صاحب گھوسی چوکی، محلّہ افغانان میں پٹھانوں کے قبرستان میں بنایا گیا تھا۔

حافظ بندو صاحب نے شادی نہیں کی مجرد پاکبازی کے ساتھ خدمت حلق میں مصروف رہے۔ انتقال تقریباً ۶۱ سال قبل ۱۳۶۷ھ میں ہوا، آپ کو پٹھانوں والے قبرستان میں دفنایا گیا۔ اس قبرستان کو زمین مسیتا خاں نے وقف کردی تھی۔ اس مزار پر عقیدتمندوں کے علاوہ روزانہ حاجی حافظ انصار احمد صاحب عصر کے وقت فاتحہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

مزار حافظ بندو اور حافظ بندو والی مسجد اور کیرانہ سے متعلق مزید جانکاری کے لئے کیرانہ ویب سائٹ www.kairana.net دیکھیں۔

کیرانہ کا نواب تالاب

مشہور ہے کہ بادشاہ جہانگیر کے دور میں کیرانہ میں ایک بہت مشہور پہنچے ہوئے حکیم تھے جن کی خدمت میں جنّات بھی رہتے تھے۔ اُن کے مشہور ہونے میں ایک لکڑی کی خاص اہمیت ہے، وہ لکڑی اُن کو کیسے حاصل ہوئی اس بارے میں میرے والد صاحب (حاجی مولانا ماسٹر شمس الاسلام مظاہری باغباں) سینہ در سینہ کہانی سناتے ہیں کہ:

حکیم صاحب کو عملیات سے شغف تھا ایک دن انہوں نے ایک لکڑ ہارے کو دیکھا کہ لکڑیوں کا موٹا گٹّھر سر پر لیے جارہا ہے مگر حالت یہ تھی کہ شیشہ کی طرح (X-ray) اُس کا اندرونی جسم دکھائی دے رہا تھا۔ حکیم صاحب نے سمجھ لیا کہ یہ لکڑیاں کسی آسیب زدہ پیڑ سے لی گئی ہیں انہوں نے لکڑ ہارے کو آواز دی اور پوچھا یہ لکڑیاں کتنے کی ہیں۔ اس نے جواب دیا آٹھ پیسے۔ اُنہوں نے ایک ایک لکڑی کو اُس کے سر پر رکھ کر دیکھا جب وہ لکڑی آئی جس میں خصوصی اثر آسیب کا تھا جسے سر پر رکھا تو لکڑ ہارے کا اندرونی جسم نظر آنے لگا یعنی آنت، جگر، گردے، دل صاف نظر آنے لگے۔ حکیم صاحب نے وہ لکڑی اپنے پاس رکھ لی۔ باقی لکڑیاں لکڑ ہارے کو واپس کردی اور اُس کو آٹھ پیسے قیمت لکڑیوں کی بھی دیدی۔ حکیم صاحب مریض کو دیکھنے جاتے اس سے ذاتی حالات معلوم کرتے اور وہ لکڑی بھی سَر پر رکھ دیتے جس سے مرض کی پوری کیفیت سامنے آجاتی اور اُن کی دوا کارگر ہوتی۔ ان کی شہرت دور دور تک پہنچی۔

ایک بار جہانگیر بادشاہ کی رانی کے پیٹ میں درد ہوا تو جہانگیر بادشاہ کو کیرانہ کے باشندے حکیم صاحب کا پتہ بتایا گیا۔ انہوں نے باعزت دربار میں طلب کیا، حکیم صاحب رانی کے علاج کی تدابیر میں لگے، رانی کے سر پر جب وہ کرشمہ ساز لکڑی رکھی تو پتہ چلا کہ رانی حاملہ ہے اور بچہ کا ایک ہاتھ بچہ دانی سے باہر نکلا ہوا ہے اور اُس نے آنت پکڑ رکھی ہے جس کے باعث یہ درد ہے۔ حکیم صاحب نے بادشاہ کے خادموں کو کہا کہ چالیس سیر راکھ لائی جائے اور ایک سیر گوکھرو کانٹے بھی لائے جائیں۔ پہلے پانچ گز زمین پر راکھ بچھائی جائے پھر اُس میں گوکھرو ملائے جائیں جو کہ دیکھنے میں نہ آئے۔ رانی کو اس کاروائی کی مطلق اطلاع نہ ہو۔ چالیس سیر راکھ منگا کر اُس میں گوکھرو چھپادئے گئے۔ پھر حکیم صاحب نے رانی

کو بلوایا اور راکھ پر چلنے کو کہا جب وہ راکھ پر چلی تو گوکھرو نظر نہیں آئے۔ گوکھرو کے کانٹے جب اُس کے پیر میں چبھے اور وہ اچھلی تو راکھ سے باہر آنے لگی۔ اسی ایک دوا اچھل کود کے جھٹکے سے بچہ نے انتڑی کو چھوڑ دیا کچھ دیر بعد حکیم صاحب نے رانی سے کہا کہ تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ رانی نے کہا میں بالکل ٹھیک ہوگئی یہ سب اطلاعات جہانگیر بادشاہ کو دی گئیں۔ انہوں نے حکیم صاحب کو کیرانہ کی جاگیر تحفتاً دے دی۔

آگے اس کہانی میں یوں ذکر کرتے ہیں کہ اِسی حکیم کے لڑکے نواب مقرب خاں نے اپنے والد سے اُن کے جنّات شاگردوں سے تالاب، باغ اور کنویں بنوائے۔ تالاب کے بارے کہا جاتا ہے کہ کہ یہ جنّات کے ذریعہ ایک رات میں تعمیر کئے گئے۔ تالاب کا ایک طرف کا حصّہ جو ادھورا ہے اُس کے بارے میں کہا جاتا ہے کسی بوڑھی عورت کے ہاتھ کی چکّی چلانے کی آواز آنے سے کام ادھورا چھوڑ دیا گیا، کیونکہ اُس آواز سے جنّات نے سمجھ لیا کہ صبح ہونے والی ہے۔ (یہ پوری کہانی والد صاحب نے اپنی ''خودنوشت'' میں تفصیل سے لکھی ہے۔)

تالاب اور باغ کے بارے میں جہانگیر بادشاہ اپنی کتاب ''تزک جہانگیری'' میں لکھا ہے جس سے مندرجہ بالا کہانی مشکوک وغلط ثابت ہوتی ہے کہ:

''شیخ بہا کا بیٹا شیخ حسن جو بچپن سے میری خدمت انجام دے رہا تھا اور اس کی خدمت سے خوش ہوکر میں نے ایّامِ شہزادگی میں ''مقرب خاں'' کا خطاب عطا کیا تھا، ہمیشہ اپنے کام میں چست و چالاک ثابت ہوا اور جب میں شکار کھیلنے جاتا تھا تو میلوں میرے آگے آگے پیدل دوڑا کرتا تھا۔ وہ اور اس کے آباءاجداد تیر وکمان اور بندوق چلانے اور فن جراحت میں یکتائے روزگار تھے...''

(''تزک جہانگیری'' اردو، تصنیف نورالدین جہانگیر بادشاہ، ترجمہ مولوی احمد علی صاحب رامپوری، نظرِ ثانی جمیل الدین احمد، ص۵۲)

سچ بھی یہی ہے کہ کیرانہ کی جاگیر اُس خاندان کو ملی تھی جو پشت در پشت مغلوں کی خدمت کر رہا تھا۔ کیرانہ کی جاگیر نواب کے والد کو بادشاہ اکبر نے دی تھی۔

کیرانہ تالاب میں صاف پانی جمنا سے آتا اور آلودہ پانی باباپٹّی کی طرف بنی چھوٹی نہر سے نکل جاتا تھا۔ اس تالاب اور باغ کی تعریف ''تزک جہانگیری'' میں یوں لکھی ہے:

''۲۱/تاریخ کو پرگنہ کیرانہ میں آنے کی سعادت کا اتفاق پڑا۔ پرگنہ مذکورہ وطن مالوف مقرب خاں کا ہے۔ اِس کی آب وہوا معتدل اور کیرانہ کی زمین اہلیت رکھنے والی ہے ملی ہے۔ مقرب خاں نے وہاں پر باغات اور عمارات بنائے ہیں جب دو مرتبہ باغ کی تعریف پیش کی گئی تو دل کو اس باغ کی سیر کرنے کی رغبت پیدا ہوئی شنبہ یعنی ہفتہ کے روز جبکہ تاریخ ۲۲/ہوگئی میں گھر والوں کے ساتھ اس باغ کی

سیر سے خوش ہوگیا ہوں یہ باغ تکلفات سے خالی اور اور بلند مرتبہ و دل نشیں ہے پکّی دیوار اس کی گھیر میں کھینچ دی گئی اور کیاریوں کو نکالا گیا ہے۔ ایک سو چالیس بیگہ زمین ہے اور بیچ باغ ایک حوض ہے لمبائی دوسو بیس گز ہے۔ درمیان حوض کے 'صفۂ ماہتابی' (چاند سے فیضیاب) نامی چبوترہ ہے جو کہ بائیس گز مربع ہے اور باغ میں کوئی بھی پیڑ ایسا کہ گرمی کی سیر اور سردی کی سیر کے لئے موزوں ہو وہاں باغ میں موجود۔ میوہ دار درخت جو کہ ولایت میں ہوتے ہیں یہاں تک کہ پستہ کے پودے بھی سرسبز شکل میں اور خوش قد اور خوش بدن سرو کے پیڑ اس قسم کے دیکھے کہ اب تک کہیں بھی ایسے خوبی اور لطافت والے سرو نہیں دیکھے گئے میں نے حکم دیا کہ سرو کے پیڑوں کو شمار کریں۔ تین سو پیڑ شمار میں آئے اور حوض کے آس پاس مناسب عمارتوں کا پتہ بھی چل رہا ہے۔'' (ترجمہ: جناب حاجی مولانا ماسٹر شمش الاسلام مظاہری باغباں صاحب)۔

کیرانہ کے تالاب اور باغ کی تصویروں کے ساتھ مزید جانکاری کے لئے ویب سائٹ www.kairana.net دیکھیں۔

King Jahangir wrote about "Bagh & Talab" :

On, Sunday, the 16th, I marched from delhi, and on Friday the 21st, halted in the pargana of Kairana, This pargana is the native place of Muqarrab K. Its climate is equable and its soil good. . Muqarrab had made buildings and gardens there. As I had 'often heard praise of his garden, I wished much to see it. On Saturday, the 22nd, I and my ladies were much pleased in going round it Truly, it is a very fine and enjoyable garden. Within a masonry (pukhta, pucca) wall, flower-beds have been laid out to the extent of 140 bighas. In the middle of the garden he has constructed a pond, in length 220 yards, and in breadth 200 yards. In the middle of the pond is a miih-tiib terrace (for use in moonlight) 22 yardssquare.There is no kind of tree belonging to a warm or cold climate that is not to be found in it. Of fruit-bearing trees belonging to Persia I saw green pistachio-trees, and .cypresses of graceful form, such as I have never seen before. I ordered the cypresses to be counted, and they came to 300. All round the pond suitable buildings have been begun and are in progress.

(Tuzuk-i-Jahangiri or memoirs of Jahangir,Tanslated by Alexander Rogers, Atlantic publisher, Drya ganj, New delhi-2, page112, v2)

غالبؔ کیرانوی (عبدالسمیع قریشی)

نظم

(موضوع: کیرانہ کے اَنمول ہیرے)

قصبہ یہ راجہ کرن کے نام سے منسوب ہے
نام کیرانہ ہے اس کا نام بھی کیا خوب ہے
اک مقرب خاں ہوئے اس شہر میں ایسے علیم
بادشاہی دور میں تھے بادشاہی وہ حکیم
بعد میں وہ اس حکومت میں رہے بن کر وزیر
اُن کا ثانی نہ تھا کوئی آدمی تھے بے نظیر
اُس حویلی میں ابھی وہ آب تک موجود ہے
ہے تو بوسیدہ مگر تالاب تک موجود ہے
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

اس زمیں پر آدمی ہوتے ہیں ایسے باکمال
جنگِ آزادی میں جن کی لوگ دیتے ہیں مثال
آپ بے شک مولوی تھے رحمت اللہ نام تھا
سب کو آزادی ملے اُن کا یہی پیغام تھا
جب حکومت نے گرفتاری کا آڈر کر دیا
آپ نے جا کر مدرسہ مکّہ میں قائم کر دیا
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

آپ دریا علم کے تھے نام تھا اُن کا وحید
اور تخلص تھا زماں کچھ بھی نہیں اس میں بعید
ان کی محنت کا نتیجہ ہے جہاں میں یہ کتاب
عربی لوگوں کے لئے جو ہے مکمل کامیاب

لفظ لگتا ہے ہر اک جیسے کمل کا پھول ہے
عربی لوگوں میں لغت اُن کی بڑی مقبول ہے
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

ایک عجب فنکار تھے کیرانہ میں عبدالشکور
اُن کو سارنگی بجانے کا جہاں میں تھا شعور
آپ نے کچھ اس کلا میں کام ایسے ہیں کیے
پھر حکومت کی طرف سے رُوس وہ بھیجے گئے
گز چلانے کی جو دیکھی آپ کی جادوگری
اِس حکومت نے نوازا پھر پدم دے کر شری
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

وہ مصوّر ہے عجب اور نام ہے اُس کا جمیل
نقش دیکھے جس نے اُس کے ہو گیا اُس کا خلیل
وہ بشر لندن میں اپنے کام پر مامور ہے
اپنے فن میں ساری دُنیا میں بہت مشہور ہے
اُن کا عالی شان پاکستان میں ہے اپنا گھر
ہاتھ میں قدرت نے بخشا ہے عجب اُن کے ہُنر
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

علم موسیقی میں سب سے آگے تھے عبدالکریم
راگ سارے جانتے تھے راگ کے تھے وہ حکیم
ہیں بہت شاگرد اُن کے جن کے وہ استاد تھے
جتنے سُر ہیں راگ کے سارے ہی اُن کو یاد تھے
بخل وہ کرتے نہیں تھے دیکھو اپنے کام سے
آج ''کیرانہ گھرانہ'' ہے اُنہیں کے نام سے
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

ساری دُنیا جانتی ہے نام اُس کا ہے شباب
نام کیرانہ کا اُس نے یوں کیا اونچا جناب

وہ پڑوسی ملک کو اس شہر کی ہی دین ہے
روح اُن کی اس زمیں کے واسطے بے چین ہے
یوں جہاں سے اُس نے اپنی جان اور پہچان کی
فلمی دنیا میں بسے وہ جا کے پاکستان کی
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

اس سیاست میں بشر اَب ایک ایسا کھو گیا
سات پہلے ہیں عجوبے آٹھواں وہ ہو گیا
ایم پی والد ہے اُس کا نام ہے اختر حسن
جس کے دم سے پھوٹتی ہے ایک سیاست کی کرن
نام ہے اُس کا منور دل میں ہے ایسی لگن
عمر میں تھوڑی سی اُس نے دیکھے ہیں چاروں سدن
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

اس ترقی پر حکم سنگھ کی ہمیں بھی ناز ہے
اُن کے اپنے کام کا سب سے الگ انداز ہے
یو پی لیول کے رہے وہ ایسے قابل منتری
آگے پیچھے دیکھے ہم نے رہتے اُن کے سنتری
شہر کا کالج وِجے سنگھ اُن کے دل کا چین ہے
ہاسپٹل، سبزی منڈی یہ بھی اُن کی دَین ہے
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

چیرمینی کر گئے وہ شہر میں ایسے بشیر
نیک دل انسان ہے وہ آدمی ہے بے نظیر
شہر کے لوگوں میں ہے اپنا الگ اُس کا مقام
ہر بشر کو دیکھتے ہی پہلے کرتے ہیں سلام
آدمی کو اتنی عزت یہ بھی قدرت کی ہے دَین
تیس پینتیس سال قصبہ کے رہے وہ چیرمین
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے

نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

رزمؔی ہے اُن کا تخلص اور مظفر نام ہے
شاعری میں درس دینا اُن کا پہلا کام ہے
اس ادب کی دنیا میں اُن کی یہی پہچان ہے
ایک لمحوں کی خطا کے نام سے دیوان ہے
وقت کے حاکم نے اپنے گھر بلایا آپ کو
اور بڑے اعزاز سے اُس نے نوازا آپ کو
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

ایک کیرانہ میں کوثرؔ اور ہیں عالی مقام
شاعری میں پختگی ہے اُن کا اونچا ہے کلام
دل کے جو اَرمان تھے اُن کے سبھی پورے ہوئے
اُن کے بیرونی ممالک کے کئی دورے ہوئے
سب نصیحت اُن کی دیکھو رہتی میرے یاد ہے
شاعری میں دیکھو غالبؔ کے وہی استاد ہیں
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

اب عمر کیرانوی کرتا ہے تم سے یہ خطاب
اُردو، ہندی اور انگلش میں لکھا ہو گا جناب
اس جہاں میں ہر جگہ یہ جانکاری دیکھیے
آپ انٹرنیٹ پر محنت ہماری دیکھیے
ساری دُنیا کو یہاں سے دے رہا ہوں صدا
اب عمر کا مدتوں میں خواب پورا ہو گیا
جس نے اپنے شہر کا رتبہ بڑھایا خوب ہے
نام سے کیرانہ کے وہ شخصیت منسوب ہے

سبھی مقامات اور شخصیات بارے میں مزید جانکاری کے لئے
ویب سائٹ www.kairana.net دیکھیں۔

مہربان علی کیرانوی
(ایڈیٹر ہندی ہفتہ وار اخبار ''قلم کریگی دھماکہ''

کیرانہ کی تاریخ پر ویب سائٹ بنی

زیادہ تر کیرانہ والے اپنی فخریہ تاریخ سے ناواقف ہیں۔ ایسے بہت کم ہوں گے جو جانتے ہوں گے کہ کیرانہ میں پستہ وسرُ و وغیرہ کے پیڑ دیکھ کر شہنشاہ جہانگیر حیرت میں پڑ گئے تھے اور کس کیرانوی کی یادگار کے طور پر آل انڈیا ریڈیو نے اپنے دفتر میں مجسمہ نصب کیا ہوا ہے اور مشہور کیسٹ کمپنی ایچ ایم وی کی کیسٹوں پر جو کُتّے کی تصویر دی ہے وہ کس کیرانوی کے اعزاز میں ہے۔

ایسے سیکڑوں سوالوں کے جواب جاننے کو جدید دور کی سہولت انٹرنیٹ نے بہت آسان بنادیا ہے۔ کیرانہ کے ایک دو دوستوں نے اسی وسیلہ کے تجربے سے اپنے شہر کی تاریخ کو مؤثر انداز میں پیش کیا ہے یعنی ویب سائٹ بنائی ہے جس کا نام ہے **www.kairana.net** ۔

اس ویب سائٹ میں کیرانہ کے تاریخی مقامات وخوبصورت عمارتوں کی بہت سی تصویریں ہیں۔ ایسی تصویریں بھی ہیں جنہیں دیکھ کر کیرانہ والے بھی حیرت زدہ ہوجاتے ہیں۔ ساتھ ہی جدید دور کی نئ عمارتیں، ۶ سنیما، جمنا پُل ونئ پانی کی ٹنکی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا استطاعت میں اُتر پردیس میں دوسرا مقام ہے۔

ویب سائٹ میں اردو، ہندی اور انگریزی تینوں زبان میں جانکاری دی گئی ہے۔ ہندی میں سائٹ کا سب سے اہم مضمون ''کیرانہ جو کبھی کَرن کی راجدھانی تھا'' ماچند چوہان (صحافی روزنامہ ،دینِک جاگرن) کا ہے، دوسرے اہم مضمون ''کیرانہ میں پترکارِتا کا اتیہاس'' و ''دیوی مندر'' پر مشرف صدیقی (ایڈیٹر 'امن کا سپاہی') کے ہیں۔ اردو میں ڈاکٹر تنویر احمد علوی اور ماسٹر توصیف صاحب کے کیرانہ کی تاریخ پر دو مضمون ہیں اور دو مضمون ویب ماسٹر عمر کیرانوی کے ہیں جو کہ رسائل میں چھپ چکے ہیں، ایک کیرانہ کی روایتوں پر اور دوسرا مولانا رحمت اللہ کیرانوی پر جن کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے عالمی مقبولیت کا حامل اخبار ''لندن ٹائمز'' نے لکھا تھا کہ اگر مولانا کی کتاب پڑھی جاتی رہی تو عیسائیت ختم ہوجائے گی۔ انگریزی میں جو جانکاری دی گئی ہے وہ دوسری ویب سائٹوں سے لی گئی ہے جس میں جمیل نقش کیرانوی جو کہ پاکستان کے مقبول فدا حسین (جن کے نام پر پاکستان میں میوزیم بھی ہے)، عاشق کیرانوی، حکیم کیرانوی واُن کے لڑکے عالم حکیم اور شباب کیرانوی جو کہ پاکستان میں کامیاب فلموں کے ڈائرکٹر تھے کے بارے میں بھی جانکاری دی گئی ہے۔ سیاست دانوں کے سلسلے میں دوسری ویب سائٹوں کے رابطے کو جوڑا گیا جس سے ضلع بھر کے اہم سیاستدانوں کے ٹیلی فون نمبر، ای میل، پتہ وغیرہ دیکھ سکیں اور آج تک کی سیاسی تاریخ سے آگاہ ہوسکیں۔ نیوز کے کالم میں منتخب خبریں دی جاتی ہیں اور اس وَیب پیج میں سبھی اردو، ہندی اخبارات کے ای میل ایڈریس بھی دیے گئے ہیں۔ ایک سیکشن تبصرے کا بنایا گیا ہے جس میں تبصرے کے ساتھ محبانِ کیرانہ کا پتہ، فون، ای میل وغیرہ ساتھ ہی دیا جاتا ہے جس سے وہ آپس میں فیضیاب ہوسکیں۔

Rajendra Kumar (UK)--Sr. Medical Physicist

Dear Umar, First of all I must congraulate you on the excellent work you have done on creating the website on Kairana. I belong to Village Simbhalka, near Shamli and presently live in UK. Often I raised the issue of missing history of our towns and villages which are so rich. With time we seems to have lost a lot of our history.. Next logical step would be that we make some strong organisation to preserve our reginal history. Through this organisation we raise money and also approach government to preserve some of these very important historical sites. I will be very happy to be part of any such organisation.

Preeti Jain. (USA)

(Governor Award holder)

Umar saheb You do really good.,i open the site daily, this is so nice,today i read all the compliments,they r remarkable. although u r doing best yurself,but as you want some more suggessions,so i will say,that first off all you should change its home page.at the homepage there should be only links .and one or two photos only.beside this add the pages for kairana collages and cinema also.thats it.

Preeti Jain. (USA.), (Governor Award holder, more detail kairana.net) -----email: jain_preeti_net@yahoo.com

----

Prashant Sangal (banglore)

bravo umar sab, achchha kaam kiya hai apne.. infact kisi ne to kairana k liye kuchh achcha kiya hai.. i m with u in this effort.. but there is a problem.. main yeh to nahi kehta ki galat hai .. par yeh naam urdustan shayad controversy na create kar de.... sivaye iske... sabhi kuchh great hai.. aur apke efforts to ultimate hain hi.. by the way mujhe nahi pata ki aap ko mera naam address aur Email ID kahan se mila.. but its ok as u used it to inform me about the website.. again i apreciate u 4 this good work .. with regards prashant . prashantsangal@yahoo.co.in

استادمحمود خاں صفی کیرانوی (مرحوم)

''کیرانہ شریف''

نہ اگر کفر کا خوف ہوتا مجھے   جہاں بھر سے اچھا کہتا اسے
بہت خوبصورت ہیں سیرت میں نیک   یہاں سو ہیں دُنیا میں ہے کوئی ایک
گئے مکّہ میں رحمت اللہ میاں   کیا علم کا واں سے دریا رواں
یہاں پہلوان ہیں جنّوں سے لڑے   سرِ دست جھوٹا اُٹھا لے اُڑے
اِسے کب کَرن نے بسایا تھا پر   سخاوت کا اب تک ہے ہم میں اثر
مسلمان گوجر جو پہلا ہوا   تو اُس کا حسن نام رکھا گیا
یہا ں کے ہیں سب کیست اعلیٰ نسب   سہارنپوری کے آئے ہیں سب
پٹھانوں میں کُوڑا تھا ایک نام کا   کسی سے نہ کُشتی میں وہ چِت ہوا
یہاں کے جُولاہے بھی انصار ہیں   کہ ایوّبؓ کے خاص دلدار ہیں
وہ جستر پہ دیوی کا مندر ہے ایک   بہ ترتیب مندر میں مندرہے ایک
ہے خوش منظر اور خوش فضا بہار   بنے جس میں بے مثل نقش و نگار
کہیں جس کو جستر وہ تالاب ہے   بڑا لمبا چوڑا ہے پُر آب ہے
یہاں کے دھوبی بھی ہیں ذی شعور   جو دامن سے دھبّے کو کرتے ہیں دور
مقامِ غریب اللہؒ باقی ہے یہاں   سدا فیضِ فیض اللہؒ جاری ہے یہاں
یہاں پیر بالے ہیں بالے میاں   جو ہیں نوگزی قبر کے درمیاں
یہاں پنج آبی بساطی بھی ہیں   یہ ہیں نیک اور نیکوں کے ساتھی بھی ہیں
دَشے سُر ہیں بیخود وہ عالی جناب   لکھی رام لیلا کی جس نے کتاب
وہ تھے کون اُستاد عبدالکریم   نہیں کوئی جن کا عدیل و سہیم
وحید الزماں ہیں وحیدِ زماں   میوزک بدن ہے بہ روح رواں
شکور اپنا فن لے کے پہنچے جو روس   گئے اہلِ روس اپنے فن تک سے روس
یہ لکھنا ہے بندے علی کو قلم   کہ لے تان سین ان کے آکر قدم
یہاں سات چوپڑ کے بازار ہیں   گلی کوچے اِس جا کے گلزار ہیں
یہاں عیدگاہ بھی ہے ایک دِلرُبا   بڑی دِلکشا ہے بہت خوشنما
پڑی جیسے سورج کی اِس پر نگاہ   تو آتا ہے روزانہ وقتِ پگاہ (صبح)

وہ خانِ مقرب تھے عالی جناب   مقرب جہانگیر کے کامیاب
حسن نام اُن کے پدر کا بہا   جہانگیر کے ساتھ کھیلا پڑھا
جہانگیر اب تک وہی تھا سلیم   مقرب کہا اس کو رکھا ندیم
سلیم اور حسن میں بڑا پیار تھا   ہر ایک جاں نثاری کو تیار تھا
لگایا تھا ایک نولکھا ایک باغ بھی   لگے آم و امرود سیب و بہی
درخت اس میں لاکھوں قسم کے لگے   سبھی سبز و شاداب پھولے پھلے
کہیں ہند میں پستہ پھلتی نہیں   مگر باغِ بنگلہ میں پھولی پھلی
بنا باغ میں حوض سیمیں صفت   اِسے سنگ اور گچ سے کیا ہے کرخت
شمال اور مغرب میں دروازہ چار   کہ تا دھوپ میں لوگ پائیں قرار
شمال اور مشرق کھلے گھاٹ ہیں   دکن کی طرف بھی یہی ٹھاٹ ہیں
نیا چبوترہ ماہتابی بھی ہے   قمر خاصیت میں کہ آبی بھی ہے
جو ناپا گیا حوض میں چبوترہ   چھیاسٹھ فٹوں میں وہ لمبا ہوا
پڑی چھوٹی چھوٹی سی کشتیاں   بطخوں کی طرح حوض میں پھرتیاں
یہ چھ سو پچھتر کا لمبا ہے حوض   مگر چودہ فٹ پختہ اونچا ہے حوض
یہاں جمنا سے پانی آتا رہا   نکل کرکے جھرنوں سے جاتا رہا
چلی جھرنوں سے پختہ لمبی نہر   گئی بابا پٹّی میں جاکر ٹھہر
گڑھی میں نہیں کام شاہوں سے کم   پر اب اس کی حالت پہ ہے دیدہ نم
جہانگیر دو بار آیا تھا یہاں   وہ ہی دو دربار خورد و کلاں

جو تھے باغبانی کو یہاں باغباں   اُنہیں کی ہے اولاد مالی یہاں
غدر میں غلامی سے آ آ کے تنگ   لڑے اہل کیرانہ کی خوب جنگ

کھلی مجھ پہ اب تک نہ یہ گل جھٹی   سوا پہر کیونکر ہے کنکر لڑی
بڑے چار دروازہ چاروں طرف   دو باقی ہیں اور دو ہوئے برطرف
یہاں تیلیوں میں تھا رحمو نواب   ڈھلا اس کی قسمت کا جب آفتاب
چلا کرنے مزدوری کس شان سے   لیا پلّہ مخمل کا دُکان سے
نہیں عمدگی میں کچھ اس کے کلام   جسے دنیا کہتی ہے باڑہ امام
جنھوں نے کیا مختصر یہ بیاں   صفؔی ہے تخلص ہیں محمود خاں

منشی منتقیٰ (مرحوم)

فلمی نغمہ نگار اور کامیڈین کے دیوان ''کڑوے بادام'' سے کاٹ چھانٹ کے بعد

قصبہ کیرانہ شریف

نہ چھیڑ اے ہمنشیں پردیس میں بھولا سا افسانہ
مجھے پہروں رُلاتا ہے میرا گھر میرا کیرانہ

یہ ایک تاریخی قصبہ ہے۔ جس کی تقریباً پچاس ہزار کی آبادی ہے۔ پانی پت کی لڑائی کا جو میدان مشہور ہے۔ وہ پانی پت اور قصبے کی درمیانہ زمین ہے۔ یہاں کے مشاہیر میں سے وزیر جہانگیر نواب مسعودؒ عثمانی عرف مقرب خاقان کیرانوی جو حضرت مخدوم شیخ جلال الدین کبیرالاولیاءقلندر پانی پتیؒ کی اولاد میں ہیں۔ مزار مبارک آپ کا پانی پت شریف حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے احاتے ہی میں بہت شاندار بنا ہوا ہے۔ قلندر صاحبؒ کا مزار مبارک اور اُس میں کسوٹی کے ستون نواب صاحب نے ہی بنوائے ہیں کہ یہ کسوٹی کے ستون پہلے نواب صاحب کی بارہ دری واقع کیرانہ ہی میں تھے۔ نیز تخت طاؤس بھی آپ ہی کا تھا جو جہانگیر نے تحفتاً خود طلب کر لیا تھا۔ بعد میں نادر شاہ دُرّانی ایران لے گیا جو آج تک وہیں محفوظ ہے۔ پچھلے دنوں شہنشاہ ایران کی تاجپوشی کی رسم اسی تخت پر ادا کی گئی۔

دوسرے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب عثمانی مہاجر مکّہ جو علم تقویٰ میں لاثانی تھے اور مدرسہ صولتیہ مکّہ مکرمہ آپ نے قائم کر کے جن کی مادری عربی زبان تھی اُن کو عربی پڑھائی۔ آج بھی آپ کے پڑپوتے شیخ محمد سلیم بہ حیثیت نگراں وہیں مقیم ہیں جو کہ شاہ کی نظروں میں محبوب اور معظم ہیں۔

درگاہ شاہ غریب اللہ جنھوں نے اورنگ زیب کی موجودگی میں کانٹوں پر قوالی سنی تھی کیرانہ میں تھے۔

دوسرے بزرگوں کے علاوہ کیرانہ میں ایک ہی زمانے میں تین محمد ابراہیم ہوئے ہیں۔ تینوں بڑے بزرگ تھے۔ پیر جی محمد ابراہیم صاحب عثمانی کی وجہ سے کیرانہ ''کیرانہ شریف'' مشہور ہوا۔ آپ کی درگاہ پر عرس میں پاکستان اور دوسرے ملکوں سے مہمان آتے ہیں۔

پیر جی اظہار عثمانی عرف عاشق کیرانوی پاکستان کے مشہور شاعر ہیں۔

دوسرے فنون کے ماہرین میں سید عنایت حسین صاحب جو حیدرآباد ریاست میں تیراکی کے مقابلے میں بین الاقوامی انعام کے مالک تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ دریا میں تیرتے ہوئے نائی سے داڑھی بنوا لیتے تھے۔ نظام کی حکومت کے زمانے تک آپ کے پوتوں کو پانچ سو روپے وظیفہ ہر مہینہ ملتا رہا۔

پہلوان ارشاد احمد نے ۱۰ سال پہلے ۳۵ منٹ اکیلے شیر سے کشتی لڑ کر اُسے مار ڈالا۔

سید کالے صاحب کو منھ سے طبلہ بجانے میں اتنی مہارت تھی کہ ہاتھ سے طبلہ بجانے والے

حیران تھے۔

گیت کاروں کا تو یہاں بین الاقوامی شہرت کا معاملہ ہے۔ کیرانہ گھرانہ مشہور ہے یہاں کی راگ راگنیاں سب سے الگ اور اچھی مانی گئی۔ کیرانہ کا نام سن کر بڑے بڑے گیت کار احترام سے کان پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ دُنیائے سنگیت نے آج تک ان سپوتوں کا جواب پیدا نہیں کیا۔

بندہ علی خاں بین کار جو ولی صفت انسان تھے۔ بارہ سال کلیر شریف میں چلّہ کیا۔ آج بھی جو بین کار دُنیا میں مشہور ہے انہیں کا پوتا اور شاگرد ہے۔

عبدالکریم خاں صاحب جن کے ریکارڈ آج تک لوگوں نے بیش قیمت سمجھ کر رکھے ہوئے ہیں۔ اپنے یورپ کے سفر میں میں نے ۵۵ ریکارڈ دیکھے اور سُنے۔ خاں صاحب نے پُونا میں کچھ شاگردوں سے مایوس ہو کر کہہ دیا کہ کتّے گا سکتے ہیں مگر آپ میں وہ قابلیت نہیں ہے۔ پھر عبدالکریم خاں نے دو کتّوں کو راگ سکھا دیے جو باقاعدہ پروگرام پیش کرتے تھے۔ ایچ۔ ایم۔ وی کمپنی کے گراموفون ریکارڈ پر جو کتّے کو راگ سنتے ہوئے دکھایا گیا وہ عبدالکریم خاں کے اعزاز میں ہی ہے۔ بھارت سرکار نے آل انڈیا ریڈیو دہلی میں خاص طور سے بڑی مورتی بنوا کر لگا رکھی ہے۔

بہرے وحید خاں آج بھی راگ راگنیوں کے ورلڈ چیمپئن امیر احمد خاں صاحب ساکن لوہاری آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

موجودہ زمانے میں عبدالشکور خاں سارنگی نواز کو پچھلے دنوں سرکار نے اپنی طرف سے روس بھیجا تھا۔

اُستاد فیاض خاں۔ ممبئی، استاد صمد خاں صاحب اور شریف خاں صاحب لاکھوں میں ایک ہیں۔ بھائی نظام الدین، بھائی اسماعیل، بھائی نظیر بے بدل قوّال ہیں۔

حکیم تو یہاں اِتنے اچھے اور بہت ہوئے کہ قصبہ کا دوسرا نام ہی حکیموں والا ہے۔

(نوٹ: نوٹ جیسا ہے ویسا کیرانہ ویب سائٹ www.kairana.net میں پڑھ سکتے ہیں۔)

-----0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0--0-----

dku esa fdlh Hkh rjg dh ijs'kkuh gksus ij feysa

nwjnwjrde'k~gwj

dku jksx fo'ks"kK

Mk- lyhe v[+rj Q+k:d+h

tkek efLtn] dSjkuk] Mobile: 9319390508

کریمی الاحسانی

پیش کش: کوثر زیدی کیرانوی صاحب

۱۹۷۲ء کے آل انڈیا مشاعرہ میں مشہور شاعر کریمی الاحسانی کا

کیرانہ کی تواریخ پر تاریخی تقریر

یہ وہ سرزمین پاک ہے کہ جس پر حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری نے قیام فرمایا۔

یہ وہ قابلِ تعظیم قصبہ ہے کہ جہاں اُستاد عبدالکریم خاں نے جنم لیا اور اپنی موسیقی سے ہندوستان کا نام بلند کیا، جن کے اِسٹیچو آج بھی کئی ریڈیو اسٹیشن پر لگے ہوئے ہیں۔

یہ وہ مقدس دھرتی ہے کہ جس نے مشہور زماں گلوکار عبدالوحید خاں کو پیدا کیا، جنکے ہند و پاک میں آج بھی بیشمار شاگرد مقبول اور مشہور ہیں۔

یہ وہ کیرانہ ہے کہ جہاں سے شکور خاں سارنگی نواز اُٹھے اور اپنے فن سے رُوس، افغانستان تک کو مسحور کر کے بھارت کا نام روشن کیا اور پدم شری کا خطاب پا کر کیرانہ کی عظمت کو چار چاند عطا کئے۔

یہ وہ کیرانہ ہے کہ جس نے منشی منقی ایسے طنز اور مزاح گو شاعر پیدا کئے، اسی کیرانہ نے ڈاکٹر تنویر علی سے استاد ذوقؔ کو زندہ جاوید کرایا، اور اسی کیرانہ نے شباب کیرانوی کو فلم انڈسٹری پاکستان میں ایک اہم مقام دیا۔

تاریخ میں کیرانہ کی ہمیشہ ایک اہمیت رہی ہے، یہاں کے کاشتکار ہندوستان میں سب سے زیادہ غلّہ اور مرچ پیدا کرتے ہیں لیکن وہ آج بھی ساہوکار کے مقروض ہیں۔

کیرانہ کی ایک خاص اہمیت جمنا کے پُل سے بھی ہوئی ہے، اس پُل نے پنجاب، ہریانہ اور دہلی کو یوپی سے بہت ہی قریب کر دیا ہے، آج اسی کیرانہ میں میلہ چھڑیان کی تقریبات کے سلسلے میں ایک محفلِ شعروسخن منعقد ہو رہی ہے۔

(نوٹ: مشاعرے کی اُردو میں کمینٹری ویب سائٹ www.kairana.net میں سے پرنٹ کرا کر پڑھ سکتے ہیں)

عمر کیرانوی

نبیہ پہلوان

''کیرانہ میں ۵۰-۱۹۱۰ء تک ہلکے وجود کے نبیا پہلوان مالی (باغباں) کو مخالف پہلوان حیرت سے دیکھتا تھا لیکن کشتی شروع ہونے کے کچھ لمحوں بعد وہ چت اور نبیا پہلوان کا پیر اُس کی چھاتی پر ہوتا۔'' یہ کہنا ہے ۹۰ برس کے بزرگ حافظ نانو باغباں صاحب جو کہ اُس دَور میں نوجوان تھے اور ۷۰ برس کے سلیمان باغباں صاحب جنہوں نے نبیہ کا آخری وقت دیکھا ہے۔ مزید جانکاری دیتے ہوئے یہ بزرگ بتاتے ہیں کہ نبیہ تقریباً ۱۸۰ کلوگرام ریت سے بھری بوری کو ۱۱ بار خاص طریقے اٹھا کر پھینکتا تھا، یہی طریقہ مخالف پہلوان پر آزماتا تھا، جس سے مخالف پہلوان تیسری کوشش تک ہمیشہ چت ہوا۔ اِس طریقے کو پہلوانی زبان میں پٹھی مارنا کہا جاتا ہے۔

نبیہ مولوی فیض اللہ صاحبؒ کا مُرید تھا جو کہ کشتی کے وقت دربار والی مسجد میں چہل قدمی کرتے ہوئے روحانی طریقے سے نبیہ کی رہنمائی کرتے تھے۔

یہ پہلوان اپنی زندگی میں ایک بار ہارا تھا۔ ہوا یوں کہ مولوی صاحب نے بُدھ کے دِن کشتی لڑنے سے منع کیا تھا مگر کچھ لوگوں نے بہلا پھسلا کر بدھ کے دن چھڑیوں کے دنگل میں کشتی کرا دی جو یہ پہلوان ہار گیا۔ یہاں سے چھڑیاں گنگوہ جاتی تھی وہاں بھیس (بہروپ) بدل کر نبیا نے اُسی پہلوان (بھاگلپوریہ) سے کشتی کا ہاتھ ملایا کیونکہ ہارے ہوئے پہلوان سے لمبے عرصے تک کشتی نہیں لڑی جاتی تھی، اس لئے بھیس بدلنا پڑا۔ اُسے تیسری پٹھی میں چت کر دیا۔

نبیہ کے والد نتّھو پہلوان بھی کافی مشہور تھے، یہ دونوں لمبے عرصے تک ایک ہی دنگل میں لڑے۔ ایک پہلوان جو والد سے کشتی میں برابر رہا، اُسے والد کے منع کرنے کے باوجود راتوں رات اُس کے اپنے شہر کھیکڑہ میں جا کر چت کر کے دم لیا۔

دلی میں انگریز وائسرائے کی بیگم کے اکھاڑے کا بڑا بھاری بھرکم پہلوان جو اِس کے ہلکے وجود کی وجہ سے لڑنے سے انکار کرتا رہا کو چت کرنے پر ۱۵۰ چاندی کے سِکّے بیگم سے ملے جو اَب ۲۰۰۷ء میں تیس ہزار روپئے کے برابر ہیں۔

نتّھو پہلوان کی اِکلوتی اولاد نبیہ شادی شدہ تو تھا مگر بدقسمتی سے کوئی اولاد نہ ہو سکی۔ دنگل نہ ہوتے تو یہ پہلوان اپنی اچھی دلکش آواز میں گا گا کر شہتوت بیچتا تھا۔

میلہ چھڑیوں کے دنگل سے پہلے اس پہلوان کو برادری والے ایک روپیہ ہر گھر سے دیتے تھے، اُس وقت ایک روپئے کا ایک سیر گھی آتا تھا۔

جناب ریاست علی تابشؔ صاحب نے اپنی دستیاب تصنیف ''حریمِ ادب'' جس میں تقریباً ۶۰ صفحات میں کیرانہ کی تاریخ بیان کی ہے، انیس پہلوان مالی (باغباں) کے ذکر ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ نبیا پہلوان مالی (باغباں) مولوی فیض اللہؒ صاحب کا مرید اور اپنے وقت کا گاما تھا۔

نولکھا باغ اور باغباں

قصبہ کیرانہ کی عیدگاہ کی کہانی بڑوں سے سنتے آرہے ہیں کہ کیسے ایک رات میں مجسٹریٹ کو باغ تیار دکھایا تھا۔ یہ اُس وقت کے باغبانی کے کام کرنے والوں کا کارنامہ تھا۔ باغبانوں کے کیرانہ میں آباد ہونے کے بارے میں ابا جی حاجی شمس الاسلام مظاہری سینہ بہ سینہ کہانی سناتے ہیں جو اُنہوں نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں تفصیل سے لکھی ہے کہ ''جب نواب مقرب خاں وزیرِ جہانگیر بادشاہ نے نولکھا باغ لگانے کا ارادہ کیا تھا اُنہیں دنوں ایک راجستھانی راجپوت فرار قاتل نواب کی پناہ میں آیا۔ بات چیت سے معلوم ہوا کہ وہ باغبانی میں ماہر تھا۔ نواب صاحب کا اُن دنوں محل اور تالاب کے ساتھ نولکھا باغ (نولاکھ پیڑوں کا باغ) لگانے کا منصوبہ تھا۔ اِس شرط پر اُس کو معافی دلائی کہ وہ اُن کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنائے گا۔''

اس باغ میں جہانگیر بادشاہ بھی آئے اور اپنی کتاب ''تزک جہانگیری'' میں اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ ''اس باغ میں میں نے پستہ اور سرو (Cypress) کے ایسے پیڑ دیکھے، ان جیسے کہیں نہیں ہوتے۔'' یہ سب باغبانوں کا ہی تو کمال تھا۔ یہ کتاب خدابخش لائبریری، پٹنہ کی ویب سائٹ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تالاب کے آس پاس جو سینکڑوں دُودھی پتھر کے کنوئیں ہیں یہ اُسی باغ کے لئے بنائے گئے تھے۔ ایسے دوُدھی پتھر کے کنوئیں ہندوستان میں کہیں نہیں ہیں۔ اُستاد محمود خاں صفی کیرانوی اپنی منظوم تاریخِ کیرانہ ''کیرانہ شریف'' میں جو ویب سائٹ کیرانہ ڈاٹ نیٹ پر دستیاب ہے یوں لکھتے ہیں:

لگایا تھا نولکھہ ایک باغ بھی ۔۔۔ لگے آم و امرود سیب و بہی
درخت اِس میں لاکھوں قسم کے لگے ۔۔۔ سبھی سبز و شاداب پھولے پھلے
کہیں ہند میں پستہ پھلتی نہیں ۔۔۔ مگر باغِ بنگلہ میں پھولی پھلی

۱۴۰ ربیگہ کا باغ جس کے بیچ میں تالاب تھا بہت بڑا ہونے کی وجہ سے اُس باغباں نے اپنے رشتہ داروں کو بھی یہاں بلالیا، جو یہیں بس گئے اور آج بھی کھیتی باڑی اور باغوں کے کام کر رہے ہیں۔ آگے چل کر یہ لوگ مالی کہلائے، جنھوں نے وقت پڑنے پر تلوار بھی اُٹھائی۔ اِس بارے میں ''کیرانہ شریف'' میں تفصیل یوں ہے:

جو تھے باغبانی کو یہاں باغباں ۔۔۔ اُنہیں کی ہے اولاد مالی یہاں
غدر میں غلامی سے آ آ کے تنگ ۔۔۔ لڑے اہل کیرانہ کی خوب جنگ

اُتر پردیش میں کیرانہ، لکھنؤ، منگلور، سہارنپور، نجیب آباد، بہرائچ وغیرہ میں پھیلی ہوئی اِس برادری نے جو الگ الگ ناموں سے جانی جاتی تھی، کچھ عرصہ پہلے بڑوں چھوٹوں کے مشورے سے اِس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ ہم مالی، باغباں اور گل فروش برادری نے اپنی ایک پہچان ''باغباں'' کرلی ہے، جسے سبھی نے اپنالیا ہے۔ بزرگوں کا اندازہ ہے کہ اس وقت کیرانہ کی آبادی میں تقریباً دس ہزار باغباں ہیں۔ باغباں برادری کے لئے فی الوقت ۳ نمبر بڑا خوش نصیبی کا لگ رہا ہے کہ کیرانہ کے تین محلوں میں اِن کی اکثریت ہے، ۳ ہی قبرستان ہیں، موجودہ وقت میں ۳ ہی ممبر ہیں، ۳ برادریوں کے ملنے سے یہ ایک ہوئے اور ۳ راسکولوں کے ذمہ دار بھی باغباں ہیں۔

۵۰-۱۹۱۰ء میں نبیہ پہلوان (باغباں) کا نام مغربی یو پی اور ہریانہ میں بہت مشہور ہوا۔ مولوی فیض اللہ صاحب کے روحانی اثر سے اِس پہلوان نے بہت نام کمایا۔ کبھی کبھی مولوی صاحب بھی نبیہ پہلوان کی کشتی دیکھنے آتے تھے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ اُس وقت حضرت تھانوی کے مُرید جو کہ کشتی دیکھنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے وہ بھی چپکے چپکے نبیہ پہلوان کی کُشتیاں دیکھنے آتے تھے۔ چھڑیوں کے دنگل سے پہلے اِس پہلوان کو برادری والے ایک روپیہ ہر گھر سے دیتے تھے جبکہ ایک روپئے کا ایک سیر گھی آتا تھا۔

اُس وقت نبیہ پہلوان، بھنگڑ پہلوان گوجر اور اِنّا پہلوان تیلی کا ڈنکا تھا۔ جب تک یہ تکڑی رہی کوئی پہلوان کیرانہ سے جیت کر نہ جاسکا۔ بھنگڑ گوجر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بغیر کھونٹے سے بندھی بھینس کی ایک ہاتھ کی طاقت سے ٹانگ جکڑ کر دوسرے سے دودھ پیتا تھا۔

اسی عہد میں حافظ بندو (باغباں) صاحب ماہرِ عملیات تھے۔ اِن کا مزار محلّہ افغانان، گھوسہ چوکی کے پاس ہے جہاں عقیدت مند کافی تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ قریب ہی مغلیہ عہد کی بنی مسجد ہے جسے اب حافظ بندو والی مسجد کہا جاتا ہے۔ کیرانہ میں آپ کے کئی شاگرد روحانی فیض پہنچا رہے ہیں۔

کچھ وقت پہلے انیس پہلوان (باغباں) مرحوم جو کیرانہ میں بہت سے انعام جیت کر لائے، اُن کو ۱۹۹۵ء میں اُس وقت کے وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو نے پچیس ہزار روپے اور سند دی تھی۔

حال میں ابا جی جنہیں مدرسہ صولتیہ، مکہ میں قیام کے دوران مکّہ کے ایک بڑے اِدارے کے ذریعہ بطور عربی فارسی اُستاد کی پیش کش کی گئی، جو آپ نے نامنظور کی، کیونکہ مکّہ میں جو مجبوری کی وجہ سے عارضی دفن کیا جاتا ہے وہ آپ کو پسند نہیں تھا۔ بھتیجہ ضیاء الاسلام جو کیرانہ میں راشٹر پتی ایوارڈ لایا جس کے ابّا دلی میں اسکاؤٹ اینڈ گائڈ کے اسٹیٹ کمشنر ہیں اور مجھ سے بڑے بھائی نجم الاسلام جو نائب وزیر اعظم چوہدری دیوی لال کے دو بار پی۔ اے رہ چکے ہیں اِسی برادری سے ہیں جو کل کیرانہ کو نولکھا باغ سے سجانے کے لئے یہاں بسے تھے، آج یہ خادم اِنٹرنیٹ (www.kairana.net) کی دُنیا میں اِسے سجا رہا ہے۔

पुस्तक ''कैराना कल और आज'' की विषय सूची

Important Contact No.s

تھانہ کوتوالی کیرانہ 01398- 266321	بجلی گھر 01398- 266242	ٹیلی فون ڈائرکٹری 197
انورادھا چودھری 0131- 2431391 011-23793806	چودھری منور حسن 01398-266627 0131- 2635671	حکم سنگھ 01398- 266732 0131 - 2411929
نگر پالیکا کیرانہ 01398- 266251	یاور ہاسپٹل (24 hour) 01398- 268157	عبدالعزیز انصاری 01398- 266220
بشیر احمد 01398- 266580	علی حیدر زیدی 01398- 266314	امیر عالم خاں 0131- 2646464
پتھک ڈگری کالج 01398- 267945	پبلک انٹر کالج 01398- 266252	آریہ کنیا انٹر کالج 01398- 268510
تاراچند سینی امراُجالا 9358783219	مہربان علی کیرانوی ایڈیٹر ''قلم کریگی دھماکہ'' 9837564013	مہراب چودھری رائل بلیٹن 9411073355
مشرف صدیقی ایڈیٹر ''امن کے سپاہی'' 9319489148	مانچند چوہان جاگرن 9837337777	یوسف تیاگی شاہ ٹائمس 9927522231
بلال بجرولوی ہندستان ایکسپریس 9319400816	انصار صدیقی سہارا 01398- 268313	اقبال حسن راشٹریہ جنگ ٹائمس 9412582762
راجیو شرما پنجاب کیسری 01398-266872	شاعر ڈاکٹر سلیم اختر فاروقی ممبر کیرانہ ویب سائٹ 9319390508	عمر کیرانوی ویب ماسٹر 09871416172

بہ شکریہ راشٹریہ جنگ ٹائمس

حضرت مولانا محمد سلیم صاحب
(ناظم دارالعلوم حرم، مدرسہ صولتیہ مکّہ معظّمہ۔۱۹۵۲ء)

کتاب ’’ایک مجاہد معمار‘‘ میں تاریخِ کیرانہ

......تاریخی قلمی یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قصبہ کیرانہ قدیم زمانہ میں چوہان راجپوتوں کی راجدھانی رہ چکا ہے۔ جونڈلہ اور بانسہ ضلع کرنال میں جو چوہان آباد تھے ان کے مورثِ اعلیٰ رانا حُرّہ کی اولاد میں سے رانا کلسہ کیرانہ کا حکمران تھا۔ جس کی وجہ سے قصبہ اور نواح کے چوراسی گاؤں ’’کلسیان گوجر‘‘ کہلاتے ہیں، رانا کلسہ چوہان راجپوت تھا مگر کیرانہ اور اسکی نواح میں گوجر قوم آباد تھی اس لئے رانا نے اسی قوم میں شادی کی۔ رانا کلسہ سلطان محمود غزنوی کا معاصر تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں سلطان کی اجازت سے سید سالار مسعود غازیؒ مجاہدین کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے اور جھنجھانہ ہوکر کیرانہ پر حملہ کیا۔ شہر کے شمالی اور مغربی نواح میں آج تک مزار شہداء موجود ہیں۔ ایک قبر چند گز طویل شہر کے شمالی جانب میں ہے جو عرب شہداء کی قبر بتائی جاتی ہے۔ اس میں بہت سے شہداء کو ایک جگہ دفن کر دیا گیا ہے۔ سید سالار مسعود غازیؒ کے کیرانہ پر حملہ کی یادگار آج تک سالاری قوم قصبہ میں موجود ہے۔ عرب نژاد قوم قصبہ میں شتربانی کا کام کرتی ہے اور اونٹ ان کا ذریعۂ معاش ہیں۔ کیرانہ میں سب سے پہلے یہی سالاری قوم آباد ہوئی۔ سلاطین تغلق کے زمانہ میں شیخ علاؤالدین انصاری اس نواح کے منصب قضا پر مقرر ہوئے۔ اس وقت سے انصار کیرانہ میں آباد ہیں۔ شیر شاہ کے زمانہ میں ’’کاکڑ زئی‘‘ افغان آباد ہوئے جن کی اولاد اب تک موجود ہے۔

.....(اکبر بادشاہ کو)....علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا تو ابوالفضل کی رائے سے حکیم بینا کو پانی پت سے معالجہ کے لئے بلایا گیا۔ ایک ماہ سات روز کے بعد صحت ہوگئی۔ شہنشاہِ اکبر نے حکیم بینا صاحب کو ’’شیخ الزماں‘‘ کا شاہی خطاب عطا کیا۔ حکیم محمد حسن بھی اپنے والد کے ساتھ بادشاہ کے علاج میں ہمہ تن مصروف خدمت رہے اس لئے موردالطافِ شاہی ہوئے اور کیرانہ بطور جاگیر عطا ہوا......

.....حکیم محمد حسن شاہزادہ سلیم کے طبیب خاص تھے۔ شاہزادہ نے ’’مقرب خاں‘‘ خطاب دیا۔ جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد ’’مقرب الخاقان‘‘ اور ’’نائب السلطان‘‘ کے خطابات سے نواب مقرب خان کو معزز کیا اور پنجہزاری کا منصب دیا۔ تخت نشینی کے کچھ عرصہ کے بعد جہانگیر نے نواب مقرب خاں کو صوبہ دکن و گجرات کا گورنر مقرر کیا۔ ۱۶۱۸ء میں شہزادۂ شاہجہاں جب وہاں بھیجے گئے تو نواب مقرب خان کو صوبہ بہار کا گورنر معین کیا۔....

.....۹۱۵ھ کے فرمان اکبری کے مطابق کیرانہ ومضافات کیرانہ نواب مقرب خاں کو بطور جاگیر عطا ہوا تو عثمانی النسب جلالی خاندان کا یہ حصہ پانی پت کی سکونت ترک کرکے کیرانہ میں آباد ہوا۔ اس معمولی قصبہ کی توسیع و تنظیم کی گئی۔ قصبہ سے باہر نواب مقرب خاں اور دیوان عبدالرحیم نے اپنے محلات، کچہریاں اور متعلقین ریاست کے مکانات وغیرہ بنائے۔ جواب قصبہ کی آبادی کا ایک جزو ہیں۔ نواب مقرب خاں نے کیرانہ میں آموں اور دیگر اقسام کے پھلوں کا باغ لگایا جس میں گجرات دکن اور دوردست ممالک سے آموں کے درخت منگا کر لگائے۔ ایک سو چالیس بیگہ اس باغ کا رقبہ تھا۔ باغ

کے وسط میں دوسوبیس گز لمبا دوسو گز چوڑا حوض بنوایا۔ حوض کے اندر ماہتابی وغیرہ بیس گز مربع میں بنوائی۔ اس حوض میں جمنا کا پانی ایک طرف سے آتا اور دوسری طرف سے نکلتا تھا، سرد اور گرم ملکوں کے درخت نصب کروائے۔ سولہویں جلوس میں جہانگیر خود کیرانہ آیا۔ اس باغ کی تفصیلات ’’تزکِ جہانگیری‘‘ میں موجود ہیں۔ جہانگیر لکھتے ہیں:

’’مخلص ومحبّ خاص، یاروفادار مقرب خاں متمنی تھا کہ میں اس کے یہاں آؤں میں نے اس کے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے قابل رشک بنا دیا اور اس خیرخواہ قدیم کو بیش قیمت سامان، قیمتی جواہرات، تین لاکھ روپے، ایک باغ اور ایک وسیع مکان دیا۔‘‘

نواب مقرب خاں کے لگائے ہوئے باغ کے آم حسبِ روایت ’’تاج المآثر‘‘ مدتوں تک دہلی میں مشہور ومرغوب رہے۔ وہ پرانی دنیا اگرچہ انقلاب ۱۸۵۷ء میں اجڑ چکی مگر یہ یادگار زمانہ باغ جس زمین پر قائم تھا وہ اب بھی ’’نولاکھا زمین‘‘ کے نام سے معروف ہے۔ مشہور ہے کہ اس باغ میں چھوٹے بڑے ہر قسم کے نولاکھ درخت تھے۔ باغ میں نواب مقرب خاں کی بنائی ہوئی بارہ دری موجود ہے۔ جس زمانہ میں نواب مقرب خاں گجرات کے گورنر تھے اور بندرگاہ بھی ان کے زیر اثر تھی۔ اس وقت انہوں نے اپنی حکمت عملی سے سات جہاز جو مدت سے غرقاب تھے سمندر سے نکلوائے۔ علاوہ دیگر اشیاء کے کسوٹی (سنگ سماق) کے چند ستون نادرالوجود بھی برآمد ہوئے۔ ان اشیاء کی اطلاع شہنشاہ جہانگیر کو دی گئی۔ شاہی حکم سے یہ تمام سامان نواب مقرب خاں کو عطا ہوا۔ مذکورہ بالا تالاب کے وسط میں چبوترہ پر جو بنگلہ تعمیر کیا گیا تھا اس میں کسوٹی کے یہ ستون لگوائے گئے جواب حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پانی پت میں نصب ہیں۔ نواب مقرب خان کے اس باغ کے مشرقی جانب سنگین عمارات کا سلسلہ تھا جو ’’دربار‘‘ کے نام سے معروف تھا۔ یہاں عدالتیں، فیل خانے اور ریاست کے دفاتر وغیرہ تھے۔ باغ کے دوسری جانب سکونتی محلات وغیرہ تھے جو ’’نواب دروازہ‘‘ کے نام سے اب تک موسوم ہے۔ یہ پرانی عمارتیں زمانے کے ناسازگار حالات اور پھر انقلاب ۱۸۵۷ء کی تباہ کاری میں برباد ہوگئیں مگر دربار اور نواب دروازہ کے سربفلک اور عالی شان پھاٹک، نقارخانے اور کچھ عمارتیں پرانی شان وشوکت کی یاد کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے اب تک موجود ہیں۔ الدوام للّٰہ۔ نواب صاحب کا مزار پانی پت میں حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے احاطہ میں موجود ہے۔ قبر کا تعویذ اصلی زہرمہرہ کے ایک ٹکڑے کا ہے جس کا وزن ۲۷ من کا بیان کیا جاتا ہے۔....

.....انقلاب: ۱۸۵۷.... پرگنہ کیرانہ وشاملی میں زمیندارہ شیوخ اور مسلمان گوجروں کے ہاتھ میں تھا جن میں دینداری کے ساتھ جوش بھی موجود تھا۔ تھانہ بھون اور کیرانہ کا ایک محاذ قائم کیا گیا۔ مجاہدین کی جماعت مدافعت اور مقابلہ کرتی رہی۔ شاملی کی تحصیل پر حملہ کیا گیا۔ پرگنہ کے چاروں طرف اس مجاہدانہ تحریک کا اثر عام ہو چکا تھا۔ تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور مولوی عبدالحکیم صاحب تھانوی مع رفقاء اور نواح کیرانہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم گورہ فوج کا مقابلہ کر رہے تھے۔ مجاہدین کیرانہ میں چونکہ مسلمان گوجر زیادہ تھے اس لئے ان کی قیادت چودھری عظیم الدین حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ کر رہے تھے۔...اس زمانہ میں عصر کی نماز کے بعد مجاہدین کی تنظیم وتربیت

کے لئے کیرانہ کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ کی آواز پر لوگوں کو جمع کیا جاتا اور اعلان ہوتا تھا:

''ملک خدا کا اور حکم مولوی رحمت اللہ کا''

اس جملہ کے سوا جو کچھ کہنا ہوتا تھا وہ عوام کو سنایا جاتا۔ اس پرانی آواز کو سننے والوں میں سے اب کوئی نہیں رہا مگر جنہوں نے اپنے بزرگوں سے اس کی صدائے بازگشت سنی ہے وہ اب تک موجود ہیں۔ کیرانہ کے محاذ پر بظاہر شکست کا امکان نہ تھا۔ مگر بعض ابنائے وطن کی زمانہ سازی اور مخبروں کی سازش نے حالات کا رُخ بدل دیا۔ کیرانہ میں گورہ فوج اور توپ خانہ داخل ہوا۔ محلّہ دربار کے دروازے کے سامنے توپ خانہ نصب کیا گیا اور گورہ فوج نے محلّہ دربار کا محاصرہ کیا۔ ہر گھر کی تلاشی لی گئی۔ عورتوں بچوں اور ہر شخص کو فرداً فرداً دربار سے باہر نکالا گیا۔ اس لئے کہ مخبر نے اطلاع دی تھی کہ مولانا دربار میں روپوش ہیں۔ کیرانہ کے قریب ''پنجیٹھ'' مسلمان گوجروں کا ایک گاؤں ہے جہاں حضرت مولانا مرحوم اپنی باقی ماندہ جماعت کے ساتھ پہنچے۔ خود ''پنجیٹھ'' کے لوگ بھی مجاہدین میں شریک تھے۔ اسی دوران میں گورہ فوج کے ایک گھوڑسوار دستہ نے ''پنجیٹھ'' کا رُخ کیا۔ کیرانہ اور قرب و جوار کے تمام حالات کی اطلاع حضرت مولانا مرحوم کو ملتی رہتی تھی۔ پنجیٹھ کے مکھیا کو جب فوج کا آنا معلوم ہوا تو اس نے جماعت کو منتشر کر دیا اور حضرت مولانا مرحوم سے خواہش کی کہ کھرپا لے کر کھیت میں گھاس کاٹنے چلے جائیں۔ گورہ فوج اسی کھیت کے پگڈنڈی سے گذری۔ حضرت مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ''میں گھاس کاٹ رہا تھا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کنکریاں اُڑتی تھیں وہ میرے جسم پر لگ رہی تھیں اور میں ان کو اپنے پاس سے گذرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔''

گورہ فوج نے گاؤں کا محاصرہ کیا۔ مکھیا کو گرفتار کر لیا گیا۔ پورے گاؤں کی تلاشی لی گئی مگر حضرت مولانا مرحوم کا پتہ نہ چلا۔ مجبوراً یہ فوجی دستہ کیرانہ واپس ہوا۔ حالت پر قابو پالیا گیا اور حضرت مولانا مرحوم کے خلاف فوجداری مقدمہ چلایا گیا۔ وارنٹ جاری ہوا۔ آپ کو مفرور باغی قرار دے کر گرفتاری کے لئے ایک ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان ہوا۔ حضرت مولانا مرحوم اپنا نام ''مصلح الدین'' بدل کر پیدل دہلی روانہ ہوئے۔ آپ کے لئے یہ بہت سخت آزمائش کا وقت تھا۔ ایمان عزم و ہمت اور صبر و استقلال کے ساتھ جے پور اور جودھپور کے مہیب ریگستانی جنگلوں اور خطرناک راستوں کو پا پیادہ طے کرتے ہوئے سورت پہنچے۔ بندرگاہ سورت سے بھی جہاز کا سفر آسان نہ تھا۔ بادبانی جہاز چلا کرتے تھے۔ سال بھر میں صرف ایک جہاز ہوا کی موافقت کے زمانے میں سورت سے روانہ ہوتا اور اسی طرح جدہ سے آیا کرتا تھا۔ ایک خط کا محصول چار روپیہ تھا۔ جو لوگ ہجرت کے ارادہ سے ترکِ وطن کرتے وہ ساتھ ہی دنیوی تعلقات اور باہمی علائق کو زندگی ہی میں ختم کر دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا مرحوم کی روانگی اور فوجداری مقدمہ کے بعد آپ کی اور آپ کے خاندان کی جائیداد ضبط ہو کر نیلام ہوئی.....

(نوٹ: کتاب ''ایک مجاہد معمار'' فرید بک ڈپو دہلی نے اُردو اور ہندی میں شائع کی ہے، اُردو سے ہندی میں تبدیل کیا ہے ریٹائرڈ ماسٹر، حاجی مولانا شمس الاسلام مظاہری باغباں صاحب نے)

عمر کیرانوی

بے مثال عیدگاہ

قصبہ کیرانہ کے مغرب میں اندازاً 1880ء میں تقریباً 20 بیگہ زمین میں بنی عیدگاہ، خوش نصیبی اور خوش انتظامی سے سفیدی میں ملبوس الگ ہی زیب و زینت بکھیرتی ہوئی آج بھی قائم ہے، جو اسلامی امتیاز اور فن تعمیر کی بہترین مثال ہے۔ خوبصورت اور دلکش جسے دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا ہے۔ ایسی خوبصورت عیدگاہ کسی قصبہ یا شہر تو کیا پوری دُنیا میں کہیں نہیں۔ استاد محمود خاں صفی کیرانوی اپنی منظوم تاریخِ کیرانہ ''کیرانہ شریف'' میں جو مکمل ویب سائٹ کیرانہ ڈاٹ نیٹ میں بھی ہے، عیدگاہ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

یہاں عیدگاہ بھی ہے ایک دلربا
بڑی دلکشا ہے بہت خوش نما
پڑی جیسے سورج کی اس پر نگاہ
تو آتا ہے روزانہ وقتِ پگاہ (صبح)

عیدگاہ جس کی آج ہرے نیم کے پیڑ زینت بڑھا رہے ہیں کبھی اس جگہ پر ایک رات میں باغ تیار دکھایا گیا تھا، اس بارے میں مشرف صدیقی ایڈیٹر ہفتہ واری ''امن کے سپاہی'' مورخہ ۲۸ فروری ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں اس کہانی کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''کیرانہ کی قدیم عیدگاہ کی تعمیر سے پہلے اس زمین پر کھنڈرات تھے اور پُرداووں کے نام سے جانے جاتے تھے۔ مذکورہ زمین پر ایک معاشرہ کے لوگ اپنا حق جتاتے تھے دوسری طرف چودھری امداد مذکورہ زمین پر اپنا حق جتاتے تھے۔ دونوں فریق کا جھگڑا عدالت میں پہنچا، ایک فریق نے مذکورہ زمین کو باغ بتایا، مجسٹریٹ نے واسطے معائنہ کمیشن بھیجا اور خود بھی معائنہ کے لئے آئے۔ جب اگلے روز کمیشن پہنچا تو وہاں پر باغ موجود تھا۔ بتاتے ہیں کہ مذکورہ زمین پر راتوں رات صفائی کرا کر آم کے بڑے ٹہنے اور کچھ پیڑ لگائے گئے تھے۔ دوسرے فریق نے مجسٹریٹ سے کہا کہ یہ کل ہی لگائے گئے ہیں انکو آپ ہلا کر دیکھئے، مجسٹریٹ نے کہا ہم یہ دیکھنے آئے ہیں کہ اس زمین پر کیا ہے یہ نہیں کہ کب سے ہے۔ پھر چودھری امداد صاحب (دادا چودھری اختر حسن صاحب، موجودہ صدر عیدگاہ کمیٹی) اور دوسرے فریق کے درمیان سمجھوتہ ہوا کہ اس زمین پر آگے کوئی اپیل نہ کی جائے اور نہ ہی آگے قانونی لڑائی جاری رکھی جائے، اس جگہ پر عیدگاہ کی تعمیر کرا دی جائے جو سبھی لوگوں کے کام آسکے اور ایسا ہی کیا گیا۔ (نوٹ: تفصیل سے ویب سائٹ میں موجود)

کیرانہ میں دلکشی کا مرکز جو تقریباً 20 بیگہ میں بنی اس بے مثال عیدگاہ میں آجکل زیادہ تر نیم کے پیڑ لگے ہیں۔ عیدگاہ کے دو جانب میں سڑک اور دو جانب میں چودھری اختر حسن صاحب کی کاشت

کی زمین ہے۔ چودھری صاحب کی زمین عیدگاہ کی کرسی سے کافی نیچی ہے اس بارے میں میرا اندازہ ہے کہ عیدگاہ کو مناسب بلندی دینے اور تعمیر میں اس زمین کی مٹی کا استعمال ہوا ہوگا، کیونکہ پاس ہی دوسری زمینیں سڑک کی اونچائی کے برابر ہیں۔ عیدگاہ کی چاروں طرف چھوٹی بڑی کئی پیڑیاں ہیں، سڑک کی طرف والی پیڑیاں بھراؤ کی وجہ سے دبتی جارہی ہیں۔ سڑک کی طرف کی جالیدار دیوار جس میں اکثر لوگ اپنے جانور باندھ دیتے تھے ٹوٹ جاتی تھی، اس لئے کچھ عرصہ پہلے انتظار، بھُورا اور توفیق باغباں نے دلچسپی اور محنت سے اسے چوڑا کرادیا ہے۔ صدر دروازہ کے پاس چوڑی منڈیر والا کنواں تھا اُسے ۱۹۹۵ء میں پاٹ دیا گیا تھا اِسی کے قریب ایک ہینڈ پمپ کافی دنوں تک لگا رہا۔

عیدگاہ کے دو حصے ہیں جن کو کچی عیدگاہ اور پکی عیدگاہ کہا جاتا ہے۔ کچی تکونی شکل کی ہے، کبھی اس میں مرچ منڈی تھی جو یہاں سے حلوائیوں، نیلگروں کے قبرستان کے پاس چلی گئی تھی۔ سلیمان باغباں صاحب کا کہنا ہے کہ نیک دل مولوی محمد عمر صاحب مرحوم کو منڈی کا جانا پسند نہیں آیا تھا انکی بددعا سے تبھی سے کیرانہ کی مرچ کی خصوصیت (پیلی مرچ) غائب ہوتی چلی گئی۔

کچی عیدگاہ اب سڑک سے تقریباً دو فٹ اونچی ہے اس میں ایک بڑا برآمدہ (مکبّرہ) ہے اور ایک کوٹھا جو کہ شاید چوکیدار کے لئے بنا ہے جس میں زیادہ تر آٹا چکی چلتی رہی ہے۔ اس میں نیم کے پیڑ لگے ہیں، اب دو تین قسم کے نئے پیڑ لگائے گئے ہیں۔ کچی عیدگاہ میں 2003ء تک املی کا پیڑ تھا جس سے عیدگاہ کی خوبصورتی دوگنی ہوجاتی تھی، کیرانہ کی موجودہ نسل جو عید کی نماز کے لئے یہاں آتے رہے ہیں اور آس پاس کی آبادی والے اُس اِملی کے پیڑ کو بہت یاد کرتے ہیں۔

پکی عیدگاہ جو کہ کچی سے تقریباً 4 فٹ اونچی ہے لال اینٹوں کی چوڑی منڈیر میں 6 پیڑیوں اور چھوٹے بڑے بہت سے پشتوں کے ساتھ چکور بنی ہے۔ چوبارہ کے نیچے اینٹوں کے فرش پر لکھی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پکی اینٹوں کا فرش 1961 میں لگایا گیا۔ سلیمان صاحب کا کہنا ہے کہ عیدگاہ کا فرش مولانا محمد عمر صاحب کی محنت سے اکٹھا کئے گئے پیسوں سے ہوا تھا، اور عیدگاہ پانی پت کے کاریگروں سے بنوائی گئی تھی۔ اس میں دو چھوٹے برآمدے اور ایک چوبارہ بنا ہے جو کہ عیدگاہ کا سب سے خوبصورت حصہ ہے، اس چوبارہ میں مغلیہ عہد کی عمارتوں میں استعمال ہونے والا رنگ وروغن کہیں کہیں سے ابھی بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس میں عمارتی پھول، پتیاں، چار چھوٹے مینار، جالیاں اور چھجلی سے دلکش منظر پیش ہوتا ہے۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ کبھی اس کی دومنزلہ چھت پر سے جمنا دکھائی دیتی تھی۔ پکی عیدگاہ میں بھی نیم کے پیڑ لگے ہیں۔ 7-8 سال پہلے تک شیشم کے پیڑ بھی تھے۔

جیسے تاج محل کو ہمایوں کے مقبرہ کے طرز پر ڈیزائن کیا گیا اُسی طرح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیرانہ کی عیدگاہ کا ڈیزائن مغلیہ عہد کی عمارت ''چاندنی حجیرہ'' جو مشرق میں کمیلہ روڈ پر قبرستان میں ہے سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ عیدگاہ کی پشت کی دیوار اور چبوترہ جو کہ عیدگاہ کا بنیادی ڈھانچہ ہے وہ چاندنی حجیرہ سے ملتا جلتا ہے، اسی لئے چاندنی حجیرہ کو پرانی عیدگاہ بھی کہا جاتا ہے، جبکہ ڈاکٹر تنویر علوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ قبرستان میں بنی عمارت جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تھی۔

1978 میں جمنا میں ایسا سیلاب آیا تھا کہ پانی تقریباً ۴ کلومیٹر بہہ کر کیرانہ آگیا تھا، پانی کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے عیدگاہ کے برابر والی سڑک پر کڑا (اینٹ، پتھر اور مٹی کی آڑ) لگایا گیا تھا۔ بھولے بھالے لوگ کہتے تھے کہ جمنا عیدگاہ کو سلام کرنے آئی تھی۔

عیدگاہ کے دو اونچے مینار ہیں جس میں کھیتوں کی طرف بائیں طرف کا مینار گر گیا تھا، اس پر لگے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے نومبر 1967 میں تعمیر کیا گیا ہے، دوسرا دائیں طرف سڑک کی طرف کا مینار لمبے عرصہ سے خوف ودحشت کی وجہ سے بغیر رنگ وروغن کے کالا ہوچکا تھا، کیونکہ مشہور تھا کہ یہ مینار آسیب زدہ (جنّات کا اثر) ہے لیکن 2001 میں آس پاس کی آبادی کے نوجوانوں نے تقریباً پچاس سال سے کالے مینار کو رنگ کرا اپنی اپنی ہمت اور عیدگاہ سے اپنی عقیدت ومحبت کا ثبوت دیا تھا۔ یہاں پر یہ بھی قابلِ تعریف ہے کہ ان نوجوانوں نے خود ہی آس پاس کی آبادی سے اسکے خرچ میں مدد لے کر یہ کام انجام دیا اور اتنی اونچائی پر رنگ کرنا الگ بڑی بات تھی۔ اب مجھے اُن میں سے ظہور حسن، فرقان نیل گر، توفیق باغباں، مطلوب پسر ساممّا اور دلشاد یاد ہیں۔ آس پاس کی آبادی کے اسی لگاؤ کے باعث بھی عیدگاہ 127 سالوں سے بغیر چوکیدار کے سلامت رہ سکی۔

مذہبی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیدگاہ آبادی سے دور بنائی جاتی ہے، جس کے باعث یہ بڑا پلیٹ فارم (چبوترہ) میناروں کے ساتھ ہوتا ہے، یہی طریقہ مظفرنگر، کاندھلہ اور دلی تو کیا دنیا بھر کی عیدگاہوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ زیادہ تر عیدگاہیں انٹرنیٹ پر دیکھی جاسکتی ہیں، اُن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ عیدگاہ کا نقشہ جو رائج ہے وہ بہترین طرز پر کیرانہ میں پیش کیا گیا ہے۔ عیدگاہ آبادی سے دور ہوتی ہے، غلاظت اور گندگی سے محفوظ رکھنے کو مقررہ جگہ منتخب کی جاتی ہے، بلڈنگ نما عمارت نہیں بنائی جاتی، لیکن یہ مسجد کے حکم میں بھی نہیں ہوتی۔ کیرانہ کی کئی بڑی مسجدوں میں بھی عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

عیدگاہ میں 8-7 برس پہلے جو کتبہ لگایا گیا ہے اس بارے میں سنا ہے کہ یہ جامع مسجد میں رکھا تھا جو کبھی اسی جگہ پر لگا تھا۔ اس پر فارسی کی آٹھ سطر میں سے ایک سطر ''قبول باد بنائش ز چودھری امداد'' سے پتہ چلتا ہے کہ عیدگاہ کو چوہدری امداد صاحب مرحوم (دادا چوہدری اختر حسن صاحب، موجودہ صدر عیدگاہ کمیٹی) نے بنایا تھا۔ کتبہ اونچے مقام پر لگا جسے پڑھنے میں دقّت ہوتی ہے کتبہ اُردو ترجمہ کے ساتھ کم اونچائی پر ہوتا اور لپائی میں نہ آتا تو عیدگاہ کی تاریخ سمجھنے میں آسانی ہوتی۔

افسوس کہ کیرانہ کی تاریخ پر روشنی ڈالنے والی تصنیفات میں عیدگاہ کے بارے میں نہ لکھے جانے کی برابر لکھا ہے۔ ہندی کتاب ''کیرانہ کل اور آج''، جس کا رسمِ اجراء ۱۰ ر فروری ۲۰۰۷ کو تنظیم ''فلاحِ باغباں'' نے کروایا میں عیدگاہ کا فوٹو جسے دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے، کافی تعداد میں بڑے سائز میں خریدا جارہا ہے۔

خوش نصیبی سے ابھی تک کیرانہ کی عیدگاہ بُری نظر سے بچی ہوئی ہے، جس وجہ سے یہ بے مثال عیدگاہ کیرانہ کی ٹھیک ٹھاک حالت والی تاریخی یادگاروں میں سے ایک ہے، جہاں سکون وچین کا تجربہ ہوتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ اس خوبصورتی اور دلکشی کو ہماری آنے والی نسلیں بھی دیکھ کر فخر کرسکیں۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی

نوگزہ، نواب دروازہ اور پتھر میں بدلا چور

اہم یادگار بالا پیر جس کو لوگ اب عام طور سے پیر بالا یا نوگزہ پیر کہہ کر یاد کرتے ہیں۔ یہ کیرانہ کے قدیم مزارات میں سے ہے۔ ایسے متعدد مزارات اس حلقہ میں ہیں جو کیرانہ کے آس پاس کچھ دوسرے قصبات پر مشتمل ہے جس میں نوگزہ پیر کہلانے والے قدیم بزرگ دفن ہیں۔ بالا معصوم بچے کو کہتے ہیں۔ اس لئے بالے میاں کے نام سے کئی مقامات پر مزارات موجود ہیں اور اِس سے مراد یہ ہے کہ صاحبِ مزار نے بہت تھوڑی عمر میں جہاد میں شرکت کی اور ایک نمایاں بلکہ امتیازی کردار ادا کیا۔ ایسے مزارات کو نوگزہ بھی کہتے ہیں۔ یہ نوگز کے نہیں ہیں مگر ایک زمانے میں یہ دستور تھا کہ مرنے والے شہید کے جھنڈے کو اُنہیں کے ساتھ دفن کیا جاتا تھا اسی وجہ سے نشانِ قبر لمبا ہوتا ہے۔

کیرانہ کے تاریخی مقامات میں ایک اور اہم یادگار نواب دروازہ ہے۔ کبھی اس کے قریب ۴۰۔۱۹۳۵ء کے درمیان ایک بہت موٹی کنکریٹ کی تہہ بھی نظر آتی تھی۔ اس کے پاس شاہ کی مسجد ہے۔ نواب دروازہ اب ٹوٹ پھوٹ گیا لیکن اس کا Structure (ڈھانچہ) باقی ہے۔ اس میں ایک طرف کوئی صاحب رہنے بھی لگے ہیں، نیچے کے حصّہ میں بھڑ بھوجے نے اپنے بان بانٹنے کا سامان رکھ چھوڑا ہے۔ اس طرح سے اِسے بھی کاروبار یونِٹ میں بدل دیا گیا اور کسی نے اِس کی حفاظت نہیں کی، کارپوریشن کو بھی خیال نہیں آیا کہ اتنی بڑی یادگار کتنی بُری حالت میں ہے۔

اِس کے قریب میں آگے بڑھ کر ایک جگہ ہے جہاں حور کا تعزیہ رکھا جاتا ہے اور اُس کے قریب ایک ایسا پکّی اینٹوں کا احاطہ جس کے اندر کسی بزرگ کی قبر ہے۔ اُس سے ملا ہوا ایک آڑا بھورے رنگ کا پتھر کھڑا ہے اور اِس کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ چور ہے جو قبر کی چادر چُرا کر لے جا رہا تھا۔ ان بزرگ کی بددُعا سے پتھر میں بدل گیا ہے جبکہ یہ ایک فرضی بات ہے اور یہ ٹکڑا دراصل کسی قدیم عمارت کا حصہ ہے۔ جو اس پتھر سے تعمیر کی گئی، اس پتھر کا ایک اور بڑا سا ٹکڑا چھوٹے امام باڑے کے دروازے کے سامنے زمین میں گڑا ہوا ہے۔ اِنکے درمیان کبھی ایک بڑا محل تھا جو اپنی اونچی دیواروں کی وجہ سے ایک خاص امتیاز رکھتا تھا۔ اس پر بڑا سا پھاٹک اپنی محراب کے ساتھ ۵۰۔۱۹۴۰ تک موجود تھا مگر محل کے اندرونی آثار شکست و ریخت کا بُری طرح شکار تھے۔ اِنکی دیکھ بھال کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا۔ یہ بھی نواب کے اپنے محلات میں سے ایک محل تھا۔ ایک اور محل پتھروں کی مسجد سے اِدھر حور کے تازیے کے چبوترے سے قریب واقع تھا۔ اِس کا دروازہ جو دوسرے دروازوں کے مقابلہ میں چوڑا تھا ۱۹۳۵ء تک باقی تھا اور باقی عمارات کی جگہ ان چھوٹے موٹے مکانوں نے لے لی تھی جس میں چڑیمار رہتے تھے۔ یہ دراصل نواب کے اپنے خاندان کی رہائش گاہیں تھیں۔

مہربان علی کیرانوی
(ایڈیٹر ہندی ہفتہ واری ''قلم کرے گی دھماکہ'')
نامہ نگار: ہندی روزنامہ ''مظفر نگر بُلیٹِن

چاندنی محل (پریوں کا آستانہ، ڈیرہ)

کیرانہ: شاملی قصبہ کے بیچ، بھورا۔ کنڈیلہ گاؤں کے رجباہے کی پٹری کے قریب مشہور چاندنی محل (پریوں کا آستانہ، ڈیرہ) آج ویران ہو کر اپنی بُری حالت پر تو آنسو بہار ہا ہے لیکن سینکڑوں برسوں کے بعد آج بھی یہاں پہنچنے والے عقیدتمندوں کو فیضیاب کر رہا ہے۔

عقیدتمندوں کا کہنا ہے کہ یہاں جو بھی سچّے من سے آکر درود پاک، فاتحہ وغیرہ کلام پڑھ کر اللہ سے ان بزرگوں کے وسیلے سے دعائیں مانگتا ہے اللہ اُن کی مُراد ضرور پوری کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رات کے وقت میں ہر جمعرات اور پیر کو یہاں پریوں اور نیک روحوں کی روحانی مجالیس بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے اسے پریوں کا ڈیرا بھی کہا جاتا ہے۔ میں خود بھی یہاں سے فیضیاب ہو چکا ہوں۔

if<;s
dSjkuklsizdkf'krns'kHkjesaizlkfjr
lkIrkfgdlekpkj i=k

dye djsxh /kekdk

lEiknd% **esgjckuvyhdSjkuoh**

dk;kZy;%rglhydslkeus] dSjkuk&247774(m0iz0)

Mobile : 9837564013

شاد اختر صدیقی

انیس پہلوان یو پی کیسری

یو۔پی کیسری جناب انیس احمد بیسویں صدی کے وسط میں کیرانہ کے خیل کلاں میں جناب حاجی محمد شفیع احمد مالی (باغباں) کے یہاں پیدا ہوئے۔اپنی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اُن کو بچپن سے پہلوانی کا شوق لگ گیا تھا۔انہوں نے اپنی زندگی کی پہلی کشتی ۱۰ سال کی عمر میں لڑی، اُس کے بعد دن رات اس میں ترقی کرتے رہے۔انیس صاحب کو ملک میں کئی جگہ جانے کا موقع ملا۔ وہ ہریانہ، یوپی، دہلی، پنجاب میں لڑے۔اُنہوں نے اپنی زندگی میں ہزاروں کشتیاں لڑیں اور انعام جیتے۔۱۹۸۰ سے ۱۹۸۵ تک یو پی کیسری رہے۔اُن کے اِنہیں کارناموں کی وجہ سے ۱۹۹۵ء میں اُس وقت کے وزیر اعلیٰ جناب ملائم سنگھ یادو جی کے ذریعہ اُنہیں پچیس ہزار روپیے اور سند دی گئی۔اس کے علاوہ جناب انیس احمد، چودھری منور حسن ایم۔پی مظفر نگر کے خاص سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔۱۱ جون ۲۰۰۴ء میں شام ۷ بجے دل کا دورہ پڑھنے سے اس جوان کی موت ہوگئی۔

یو پی کیسری جناب انیس احمد کا خواب تھا کہ کیرانہ کے نوجوان پہلوانی کے میدان میں آگے چل کر اُن کی طرح قصبہ کیرانہ کا نام یو پی میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اونچا کریں۔اس کے لئے انہوں نے مرتے دم تک قصبہ کیرانہ میں ایک جدید ساز وسامان سے مزیّن اکھاڑہ کھُلوانے کے لئے جدوجہد کی، لیکن اُن کا یہ خواب خواب ہی رہا۔

قصبہ کی عوام علاقے کے نمائندوں سے مانگ کرتے ہیں کہ یو پی کیسری رہے جناب انیس احمد مرحوم کے اس خواب کو حقیقت کا رنگ دیتے ہوئے قصبہ کیرانہ میں ایک اکھاڑہ سرکاری خرچ پر بنوایا جائے جس میں کسرت کے جدید ساز وسامان دستیاب ہوں۔جس سے کیرانہ کے نوجوان پہلوانی کے میدان میں کیرانہ کا نام پوری دنیا میں اونچا کر سکیں۔

(نوٹ: مظفر حلوائی صاحب اور غالبؔ کیرانوی صاحب نہیں مانتے کہ انیس پہلوان کو خطاب یو پی کیسری ملا تھا، جبکہ سلیمان باغباں، اور قیوم باغباں صاحب کا کہنا ہے ملا تھا، اور بھائی شاد اختر صدیقی بھی کوئی معقول جواب نہ دے سکے، جبکہ انیس پہلوان کے لڑکے کا کہنا ہے کہ ۵ سال یو پی کیسری رہے، اِس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ قابل پہلوان تھا، ہنوز بحث جاری ہے..........عمر کیرانوی)

عمر کیرانوی

شاملی تحصیل کا کیرانہ آجانا اور شاملی میں غدر۔۱۸۵۷ء کی ایک جنگ جیت لینا جھونپڑی سے

شاہی دَور میں کیرانہ کا خاص مقام تھا تو انگریزی دور میں شاملی کی بہت ترقی ہوئی۔شاملی کا اُس وقت اِس علاقہ کا لڑائیوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے یہاں فوجی چھاونیاں بنائی گئیں، جس سے چاروں اور فوج بھیجی جاسکے۔اسی ترقی میں یہاں کچہری بھی بنائی گئی۔جس کی تاریخی کتابوں میں تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑا محل تھا جس کو کچہری بنایا گیا تھا اور غدر ۱۸۵۷ء میں یہی محل فوجی چھاونی بن گیا تھا۔اس محل کا صدر دروازہ بہت بڑا تھا۔اب اُس محل کی جگہ پر سہارنپور بس اسٹینڈ ہے۔

غدر میں پورے ملک میں آگ لگی تھی تب اس علاقے میں امن وسکون کہاں تھا، ملک کے دشمنوں کو یہاں بھی زوردار ٹکر دی جارہی تھی۔ایک بار ہمارے جانباز بہادروں کا ایسا بھی دن آیا کہ شاملی میں انگریزی فوج کو ہرادیا، بچے ہوئے فوجیوں نے تحصیل شاملی یعنی محل میں پناہ لی اور دروازہ بند کرلیا۔انگریزوں کی فوج اندر آڑ سے گولہ باری کرتی رہی ہمارے بہادر بغیر کسی آڑ کے سینہ تانے کھڑے تھے، ہتھیار بھی اُن کے پاس جدید نہ تھے۔انگریز فوج کو ایسا موقعہ ملتا تو وہ فوراً گولہ بارود سے دروازہ اُڑا دیتی اور محل پر قبضہ کرلیتی۔

ان جانباز بہادروں میں مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب، حافظ ضامن شہید صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب جنہوں نے دیوبند مدرسہ قائم کیا تھا کا نام کتابوں میں ملتا ہے۔اسی گولہ باری میں مولانا قاسم صاحب کو ترکیب محل میں گھسنے کی سُوجھی جسے یوں اپنایا گیا کہ محل کے قریب بنی ایک جھونپڑی کو تحصیل کے صدر دروازہ کے ساتھ رکھ کر جلا دیا گیا۔جس سے محل کا دروازہ جل گیا پھر ہمارے بہادروں نے فوج تو فوج تحصیل کی اینٹ سے اینٹ بجادی جس سے اُس لمحہ شاملی پر پوری طرح ہماری بہادروں کا قبضہ ہوگیا۔اس جنگ میں حافظ ضامن شہید ہوگئے ان کی ناف پر گولی لگی تھی۔

اسی وجہ سے کچھ وقت کے بعد تحصیل کیرانہ میں بنائی گئی۔مزید جانکاری کے لئے پڑھیں ''جہادِ شاملی وتھانہ بھون'' جو کہ پاکستان سے چھپی ہے اور دلی میں چھپی ''قومی محاذِ آزادی میں یو پی کے مسلمان''۔

پانی پت میں نصب نایاب وانمول کسوٹی کے ستونوں کا کیرانہ سے رشتہ

کافی عرصہ سے سمندر میں غرقاب جہازوں سے بادشاہ جہانگیر کے عقلمند وزیر نواب مقرب خاں کیرانوی نے کس ترکیب سے قیمتی سامان حاصل کیا تھا یہ آج بھی تعجب کی بات ہے۔ کیونکہ اُس وقت تک سمندر کی تہہ میں جانے کے جدید ساز وسامان کا چلن نہیں ہوا تھا۔ نواب صاحب اُس وقت گجرات کے گورنر تھے تب یہ جہاز سورت بندرگاہ پر ڈوبے ہوئے تھے، حاصل سامان میں نایاب وانمول کسوٹی کے ستون بھی تھے، سبھی حاصل شدہ سامان کو بادشاہ جہانگیر نے نواب کو تحفتاً دے دیا تھا۔ ستونوں کو نواب نے اپنے تالاب کے ساتھ بنی عمارت میں پھر بوعلی شاہ قلندر پانی پتی کے مزار پر چڑھا دیئے تھے۔ وہاں خوش انتظامی اور اچھی دیکھ ریکھ کی وجہ سے آج بھی مزیّن ہیں۔

کسوٹی ستونوں کے پانی پت پہنچنے کے بارے میں جناب امداد صابری صاحب نے ''آثارِ رحمت'' میں لکھا ہے کہ جب بادشاہ جہانگیر نے کیرانہ کے نواب کو یہ ستون دوسرے سامان کے ساتھ تحفتاً دیا تھا تب وہ اِس کی خصوصیت سے ناواقف تھے، درباری کے بتانے پر اُس نے نواب کے نام حکم بھیجا کہ کسوٹی پتھر کے ستونوں کو ہمیں بھیج دیا جائے۔ تب حکم آنے سے پہلے ہی نواب کے کسی خیر خواہ نے حکم کے بارے میں نواب کو خبر کر دی۔ نواب صاحب کو نایاب پتھروں سے بہت لگاؤ تھا خاص طور سے اِن ستونوں سے، اِنہیں اپنے پاس ہی رکھنے کی ایک ترکیب نکالی، رات میں یہ ستون تالاب سے اُکھڑوا کر قلندر صاحب کے مزار میں نصب کرا دیئے گئے، جب حکم آیا تو جواب میں لکھ دیا کہ آپ کا حکم آنے سے پہلے ہی ستون قلندر شاہ پانی پتی کے مزار میں نصب کرا چکا ہوں، پھر بھی حکم ہو تو وہاں سے اُکھڑوا کر بھیجے جائیں۔ جہانگیر بادشاہ کی کیا مجال کہ مزار سے ستون اُکھڑوائے۔ اِنہیں ستونوں جیسے ستون اُسی جگہ پر نواب نے اپنے تالاب کنارے کے محل کے چبوترے پر لگوائے جو اَب بُری حالت میں ہیں۔ اُستاد

محمود خاں صفی کیرانہ اپنی منظوم تاریخِ کیرانہ ''کیرانہ شریف'' میں جو ویب سائٹ کیرانہ ڈاٹ نیٹ پر دستیاب ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

بنی ہے سرِ حوض جو سہ دری — کسوٹی کے کھم سے مزیّن وہ تھی
وہ کھم اب قلندر میں پہنچا دیے — کہ دنیا میں کوئی نہ پھر لے سکے

خوش قسمتی سے نواب مقرب کے لڑکے حکیم رزق اللہ خاں کیرانوی بھی ایسے نایاب پتھروں کے قدردان تھے اُنہوں نے والد کا مزار قلندر صاحب کے پاس ہی بنوایا جس میں نایاب پتھر زہر مہرہ کا استعمال کیا گیا ہے اور باہری دیواروں پر کئی طرح کے نایاب پتھر لگوائے ہیں، ایسے پتھر بھی لگوائے ہیں جن سے پہلے سے موسم کا اندازہ لگایا جا سکے۔ لیکن اس عہد میں ہم جدید ساز وسامان دستیاب ہونے پر بھی نایاب پتھروں کی جانکاری نہیں رکھتے جس وجہ سے یہ نایاب پتھر بھی عام پتھر بن کر رہ گئے ہیں۔

بوعلی شاہ کا مزار، ستون کسوٹی، نواب مقرب خاں کا مزار اور موسمی پتھر کی تصویریں اور مزید جانکاریاں کیرانہ ویب سائٹ www.kairana.net پر دیکھ سکتے ہیں۔

عمر کیرانوی

سنگیت کی دُنیا میں ''کیرانہ گھرانہ''

''کیرانہ گھرانہ'' جس نے سنگیت کی دنیا میں خاص طور پر شاستریہ سنگیت میں کیرانہ کا نام روشن کیا وہ ''کِرانہ گھرانہ'' کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔جس کا آج بھی سنگیت میں نمایاں رتبہ ہے۔یورپ، امریکہ، چین وغیرہ کا سفر کرنے والے کیرانہ گھرانہ کے قائم کرنے والے عبدالکریم خاں راگ گانے میں پوری دُنیا میں مشہور رہے، اُن کے گیتوں کے ایچ۔ایم۔وی نے بہت سے گراموفون ریکارڈ بنوائے جو کہ بہت مقبول ہوئے۔

ایک وقت ایسا تھا کہ ہندستان میں دو سنگیت کار تھے جن میں سے ایک عبدالکریم خاں تھے اور ریکارڈر کمپنی ایکلی ایم۔ایم وی تھی۔کمپنی کے گراموفون ریکارڈر پر کُتّے کی تصویر کے بارے میں کہا جاتا ہے عبدالکریم خاں جب ممبئی گئے تو اپنے ساتھ وہ اپنا کُتا بھی لے گئے جو سنگیت کو دھیان سے سنتا تھا، یہ بات ایچ۔ایم وی کمپنی کو پسند آئی اور اس کُتّے کی تصویر کو ریکارڈر پر لوگو (logo) کی شکل میں دے دیا گیا۔بہت سے گراموفون ریکارڈروں کو آج بھی کیرانہ میں قاضی انیس احمد کے پاس دیکھ سکتے ہیں۔اس بارے میں منشی منّقی جو فلمی دنیا سے تعلق رکھتے تھے اپنے دیوان ''کڑوے بادام'' میں لکھا ہے کہ ایک بار عبدالکریم خاں پونہ میں سنگیت کی تعلیم دے رہے تھے تب کسی شاگرد سے پریشان ہو کر اُنہوں نے کہا کہ تم سنگیت کی تعلیم نہیں پا سکتے کُتّا پا سکتا ہے۔تب اُنہوں نے اس بات کو سچ کر دکھایا، دو کُتوں کو راگ سکھایا جو پروگرام پیش کرتے تھے۔ایچ۔ایم۔وی نے کُتّے کا نشان اُنہیں کے اعزاز میں دیا ہے۔

کیرانہ گھرانہ کی سنگیت کی دنیا میں عزت کا اندازہ ایک اور واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ اپنے وقت کے بڑے سنگیت کار منّا ڈے کا پروگرام پیش کرنے کی وجہ سے کیرانہ آنا ہوا تو کیرانہ کی سرحد شروع ہونے سے پہلے جوتے اُتار کر اپنے ہاتھوں میں لے لئے، وجہ معلوم کرنے پر بتایا کہ یہ سرزمین عظیم سنگیت کاروں کی ہے، اس زمین پر میں جوتوں کے ساتھ نہیں چل سکتا۔کیرانہ کی سرزمین کے عزت و احترام کا بدلہ کیرانہ والوں نے ایسے دیا کہ اُن کی یاد میں چھڑیان میدان کے اسٹیج کو جس پر انہوں نے اپنا پروگرام پیش کیا تھا ''منّا ڈے اسٹیج'' نام رکھ دیا، جو آج بھی اسی نام سے جانا جاتا ہے۔

عبدالکریم خاں کو آل انڈیا ریڈیو نے اس طرح یاد رکھا کہ اپنے صدر دروازے پر اُنکا بہت بڑا مجسمہ نصب کرایا ہوا ہے۔

یہاں پر سنگیت کی شروعات مغلیہ دور سے ہوئی تھی۔اُستاد شکور علی خاں کے ذریعہ سنگیت کا فن

شروع کیا گیا۔آج ''کِرانہ گھرانہ'' ہندستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں مشہور ہے۔کچھ وقت پہلے اسی گھرانہ کے کلاکار محترمہ گنگوبائی ہنگل کا پروگرام نوبھارت ٹائمس گروپ کے ذریعہ آنجہانی اندرا گاندھی کی برسی پر پیش کیا گیا تھا۔۲۰ویں صدی سے پہلے ''کیرانہ گھرانہ'' کا سنگیت دیس پردیس میں مشہور رہا، گنگوبائی ہنگل جو کہ ہبلی بنگال میں رہتی ہیں سے آشیرواد لینا آج کے سنگیت کار اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔''کیرانہ گھرانہ'' کے پنڈت بھیم سین جوشی جو کہ آج کل سُنامی متاثرین کی مدد میں لگے ہوئے کی چاروں طرف سے تعریف ہو رہی ہے۔

بعد میں یہ گھرانہ کرناٹک اور بنگال میں بس گیا۔اس گھرانہ میں ٹھمری گاین کی خاص اہمیت ہے۔آج بھی گلوکار منیر خاتون بیگم ٹھمری میں اپنے گھرانے کے نام کو اونچا رکھے ہوئے ہیں، ہر آواز پر ٹھیراؤ سے اپنی گلوکاری کا لوہا منوا رہی ہیں۔

کیرانہ گھرانہ کے بارے میں میگزینوں، کتابوں اور انٹرنیٹ پر ویب سائٹوں میں بہت جانکاری ہے، ایک ویب سائٹ پر کیرانہ گھرانہ کے کچھ ممبروں کی جانکاری یوں دی گئی ہے:
(Kairana Gharana:Abdul Waheed Khan (1871-1949); Abdul Karim Khan (1872-1937); Roshan Ara Begum; Bhimsen Joshi (b. 1922); Feroz Nizami (1910-75); Hirabai Barodkar (b. 1905); Bhai Lal Mohammad, Ghulam Hussein Shaggan.)

کیرانہ میں مشہور ہے کہ ایک انٹرویو میں مشہور گلوکار محمد رفیع نے اپنے کو ''کیرانہ گھرانہ'' کا شاگرد بتایا ہے۔

گراموفون پر بنا کُتّا، عبدالکریم خاں، منیر خاتون بیگم کی تصویر اور مزید جانکاری کے لئے کیرانہ ویب سائٹ www.kairana.net دیکھیں۔

مام چند چوہان

ہندی روزنامہ ''جاگرن''۔۔۱۰ستمبر ۱۹۹۷ء

کیرانہ کل اور آج

(ہندو نظریہ سے)

مظفرنگر سے قریب ۵۰ کلومیٹر مغرب میں ہریانہ کی سرحد سے ملا جمنا ندی کے پاس قریب ۹۰ ہزار کی آبادی والا یہ قصبہ کیرانہ قدیم دور میں کرن پوری کے نام سے مشہور تھا جو بعد میں بگڑ کر کرانہ نام سے جانا گیا بعد میں پھر کرانہ سے کیرانہ ہو گیا۔

کیرانہ سے دکن میں ہی بسے تیتر واڑہ گاؤں میں ایک پٹھان رہتا تھا جس کے ظلم سے لوگ کافی تنگ آ چکے تھے۔ بتاتے ہیں کہ اس علاقے میں اُس دَور میں ہونے والی شادی کے بعد دُولھے کے ذریعے یہاں سے گزرنے والی دُلھن کی ڈولی تیتر خاں ایک رات اپنے پاس رکھتا تھا۔ اسی دستور کے مطابق اُس وقت جب تیتر خاں نے یہاں سے گزرنے والی ایک بارات کو روک کر نئی دولھن کو جبرن دولھا سے لے لیا تو دولھا کے ساتھ والے شہر پنجیٹھ میں رہنے والے اُس وقت کی طاقتور شخصیت رانا حُرّا جو کچھ برسوں پہلے گرام جونڈلا (ہریانہ) سے آ کر یہاں بسا تھا کے پاس پہنچے اور تیتر خاں کے ظلم کی کہانی اُن کو سنائی۔ آج جہاں تیتر واڑہ بسا ہے وہ پنجیٹھ سے صرف ۳ کلومیٹر کی دوری پر ہے اور کیرانہ سے ۵ کلومیٹر دکن میں ہے۔ بتاتے ہیں کہ رانا حُرا نے فریاد سن کر تیتر خاں سے جنگ کی کرنے کی ٹھان لی اور وہ تیتر خاں کے پاس تیتر واڑہ پہنچا اور دولھن کو آزاد کرنے کی درخواست کی، جس پر تیتر خاں نے نئی دولھن کو واپس کرنے سے منع کر دیا اِس پر رانا حُرّا نے اپنے ۲۰ لڑکوں اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تیتر خاں پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں تیتر خاں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا اور نئی دولھن کو آزاد کرا لیا گیا۔ اِس جنگ میں رانا حُرّا کے ۷ الڑکے شہید ہو گئے۔ لڑکے کلسا، دیپ چند اور دوپال بچے اِن میں سے بعد میں کلسا سے کیرانہ علاقے کے گوجروں کی چوراسی کلسیان نام سے بسی جو آج بھی کلسیان کھاپ کے نام جانی جاتی ہے۔ دوسرے لڑکے دیپ چند نے دیوبند پر حکومت کی جبکہ تیسرے لڑکے دوبال نے رامپور منیہارن پر حکومت کی اور وہاں پر خوبڑوں کی چوراسی بسائی۔ بتاتے ہیں کہ آزاد کرائی گئی نئی دولھن رانا حُرّا کی بیوی بنی، اُس سے ۲ لڑکے سلکھا اور سیگلا ہوئے ان دونوں لڑکوں میں سے سلکھا نے سِسولی پر راج کیا اور بلیان کھاپ بسائی اور سیگلا نے میرٹھ کے چوراسی کھاپ سیگلان بسائی۔ جانکاری کے مطابق آج ۵ چوراسی کھاپ ہیں۔ کیرانہ علاقے میں کلسیان نام سے، رامپور منیہارن میں خوبڑوں کی چوراسی، سِسولی علاقے میں بلیان کھاپ اور میرٹھ میں سیگلان کھاپ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شہر پنجیٹھ سے رانا حُرا کی ہی نسل ہے کل ملا کر شہر پنجیٹھ جو آج تک پچھڑے گاؤں کی شکل میں موجود ہے، نے اس علاقے میں ایک خاص تاریخ

کی کڑی قدیم تاریخ میں جوڑی ہے جس کا یہاں ذکر کرنا ضروری تھا اِس گاؤں میں موجودہ وقت میں سَینی سماج کے لوگوں کے ساتھ مسلم گوجر رہتے ہیں۔

کیرانہ پر مغل بادشاہوں کی نظرِ عنایت رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے یہاں پر بہت خاص تعمیرات کرائی جن کے نشان آج بھی بُری حالت میں کھنڈر بنے مغل دَور کی گواہی دے رہے ہیں۔ کیرانہ کے پورب میں کاندھلہ، پچھّم میں پانی پت، اُتر میں جھنجھانہ و شاملی اور دکھّن میں قدیم شہر پنجیٹھ اور تیتر واڑہ ہیں۔

بعد میں بادشاہ جہانگیر دلی سے دوبار کیرانہ آئے اور اُنہوں نے یہاں پر دربارِ عام کیا۔ لال پتھروں سے بنے یہاں پر کئی دروازے و عمارتیں آج بھی اُس دَور کی یاد دلا رہی ہیں۔ بادشاہ جہانگیر اور اَورنگزیب نے جب پانی پت کی لڑائی لڑی تھی تب اُنہوں نے کیرانہ کو ہی اپنی فوج کی چھاؤنی بنائی تھی۔ اُن کے کئی مقبرہ نما عمارتیں آج بھی اسلامیہ اسکول کے پاس جہاں پر موجودہ وقت میں پولیس چوکی امام گیٹ ہے، موجود ہے۔ اس علاقے کو آج بھی چھاؤنی کے نام سے جانتے ہیں۔ اُستانی صاحبہ کے ذریعہ بنائی گئی مسجد جو قریب ۴۰۰ سال پرانی ہے جو یہاں پر محلّہ دربار میں موجود ہے۔ پچھلے دنوں جب اس مسجد کی دکن کی جانب کی دیوار توڑ کر اُس میں دکان نکالی جا رہی تھی تب اس مسجد کے نیچے ایک تہہ خانہ اور سُرنگ ملی تھی۔ جیسے ہی اس خبر کی چرچا شہر میں پھیلی سبھی دیکھنے کے لئے اُمڑ پڑے۔ اس لئے اُس حصّہ میں دیوار کر کے بند کرا دیا تھا۔ اِس بارے میں کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ سرنگ نما تہہ خانہ سے اُس وقت کی کوئی نایاب یا پرانی قیمتی چیز ملی تھی یہ معاملہ آج بھی تعجب خیز بنا ہوا ہے۔ اس بارے میں تاریخ داں حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ سرنگ و تہہ خانہ راجا کرن کے ذریعہ ندی سے پانی لانے کے لئے یہاں بنایا گیا تھا۔ ۱۵۲۷ء میں شاملی پرگنہ جس میں کیرانہ بھی شامل تھا بادشاہ جہانگیر نے اپنے خاص ساتھی نواب مقرب خاں کو تحفتاً دیا تھا۔ اس پرگنہ کی سرحد کرنال تک تھی، مقرب خاں نے کیرانہ کو اپنا لیا اور تعمیرات کرائی۔ اُنہوں نے پانی پت کھٹیمہ روڈ کے پاس ایک خوبصورت تالاب، نواب قلعہ، نواب دروازہ اور سرنگیں وغیرہ بنوائی تھیں جن کے نشان آج بھی موجود ہیں۔ تالاب کے پاس کئی پرانے کھنڈر نما عمارتیں، دروازے و سہ دریاں، مندر کی طرح کے کھنڈر اور بیگم پورہ محلّہ میں ایک بڑی پرانی سرائے، بیگم محل، بارہ دری اور سرائے والی مسجد جو بیگم مہر النساء بیگم نے بنوائی تھی اور کئی بڑی دیواریں اب بھی کھنڈر بنی قدیم تہذیب کی یاد دلا رہی ہے۔ بیگم پورہ محلّہ میں حکیم مقرب خاں کی بیگمات رہتی تھیں اور محلّہ دربار و آس پاس اُن کا دربارِ عام لگتا تھا۔ یہاں پر نواب کے قلعوں میں چار کسوٹی کے کھنبے بھی تھے جو اَب پانی پت شہر میں مشہور حضرت مولا قلندر شاہ کے مزار میں لگے ہوئے ہیں۔

کیرانہ میں بادشاہ جہانگیر کے لئے نواب حکیم مقرب خاں نے ایک تختِ طاؤس بھی بنوایا تھا جس کی قیمت اُس وقت لندن میں ۲۷ کروڑ روپیے لگائی تھی جس کو اورنگ زیب کے وقت میں نادر شاہ لوٹ کر ایران لے گیا تھا جو آج بھی وہاں پر موجود ہے۔ جہانگیر بادشاہ نے کسی کام سے خوش ہو کر کیرانہ و علاقے میں اپنے قریبی نواب حکیم مقرب خاں کے ذریعے بہت سے کام کروائے۔ نواب مقرب خاں

نے پانی پت روڈ کے پاس قریب ۵۵ بیگہ زمین میں تالاب اور قلعہ بنوایا جس کی چوڑائی تقریباً ۲۵۰ گز ہے اِس تالاب کی ایک طرف کی دیوار نہیں ہے جبکہ تین جانب پکی دیوار ہیں جن میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، اس تالاب کے بیچ ایک خوبصورت وسفید پتھروں سے بنا قریب ۱۵ فٹ اونچا اور ۶۰ فٹ لما چوڑا چبوترہ ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ نواب صاحب اپنی بیگموں کے ساتھ کشتی کے ذریعہ تالاب کی سیر کیا کرتے تھے اور بیچ میں موجود چبوترے پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ اِس تالاب کے پاس بنے قلعے کے نیچے تین سرنگیں ہیں۔ جن کا ایک دروازہ جمنا ندی کی طرف اور دوسرا دلی کی طرف اور تیسرا پانی پت کی طرف کھلتا تھا۔ بتاتے ہیں کہ اِس راستے سے نواب صاحب نماز کے لئے جاتے تھے۔ دوسری سرنگ شہر میں ایک کنوئیں میں آ کر کھلتی ہے جبکہ تیسری سرنگ دلی میں اِس لئے کھلتی تھی کیونکہ وہاں جہانگیر بادشاہ رہتا تھا۔ اسی کے پاس بوعلی شاہ قلندر شاہ بھی تھے۔ آج بھی وہاں پر ان کی خود کی اور اُن کے خاندان کی قبریں موجود ہیں۔

کیرانہ میں تاریخی نواب تالاب کی کہانی کے بارے میں بزرگ لوگ بتاتے ہیں کہ نواب مقرب خاں نے ایک نولکھا باغ بھی لگوایا تھا جس میں ۳۶۰ کنوئیں کھودے گئے تھے جن سے اس باغ کی سینچائی ہوتی تھی۔ اس نولکھا باغ میں ایک ایک پیڑ پھلدار لگوائے تھے جن میں آم، امرود، سیب، لیچی، قہوہ وغیرہ تھے۔ اس باغ میں قلعہ کے آس پاس ایک ہزار پستہ کے پیڑ تھے جبکہ ہندستان میں آج اور اُس وقت کہیں بھی پستہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آج وہ پیڑ تو نہیں ہیں بلکہ تقریباً ۲۰۰ کنوؤں کے نشان آج بھی بند حالت میں موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس تالاب کو اُس وقت کے جنّات کے ذریعہ ایک ہی رات بنا دیا گیا تھا۔ اِس میں لگے جنّات اُس وقت رات کو ایک طرف کی دیوار ادھوری چھوڑ بھاگ گئے تھے جب کسی عورت نے رات کو ہی صبح ہونے سے پہلے چکی چلادی تھی۔

دان ویر کَرن کے نام سے مشہور کیرانہ میں راجا کَرن، بادشاہ جہانگیر اور نواب حکیم مقرب خاں کی تاریخ سرکاری گزٹ میں بھی ملتی ہے۔ کیرانہ کے پبلک اِنٹر کالج کے پرنسپل جناب آسارام شرما جنہوں نے یہاں کی تاریخ پر ریسرچ کی ہے کہ مطابق یہاں پر سرکار نے قدیم وقت کی بنی نشانیوں کے رکھ رکھاؤ پر دھیان نہیں دیا اور ہمیشہ کیرانہ کو نظرانداز کیا ہے اور نہ ہی ان کی حفاظت کے بارے میں کوئی قدم اٹھایا۔ غدر میں شاملی تحصیل کو محبانِ وطن کے ذریعہ جلا دیا گیا جس وجہ سے انگریزوں نے بعد میں کیرانہ میں تحیصل بنوا کر اسے مرکزی دفتر بنا دیا تھا۔

کیرانہ قصبہ حکیموں کی نگری کے نام سے بھی مشہور رہا ہے اِس کے علاوہ شاستریہ سنگیت کے نام پر اور فلمی دنیا وغیرہ میں بھی بہت مشہور رہا۔ کیرانہ کے وینا وادک، بانسری وادک، دھروپد گایت اور بہت شاستریہ گایک دیس کو دیے ہیں۔ یہاں ''کیرانہ گھرانہ'' جواب ''کِرانہ گھرانہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے کی سنگیت سادھنا مغل دور سے ہوئی تھی۔ اُس وقت کیرانہ کے رہنے والے استاد شکور علی خاں کے ذریعہ یہ سنگیت کا فن شروع کیا گیا۔ کِرانہ گھرانہ آج ہندستان میں ہی نہیں بلک دیس پردیس میں بھی

مشہور ہے۔ کچھ وقت پہلے کرانہ گھرانے کی مشہور گلوکار گنگو بائی ہنگل کا شاستریہ گاین، نوبھارت ٹائمس گروپ کے ذریعہ اِندرا گاندھی کی یاد میں ہوئے پروگرام میں پیش کیا گیا۔ ۲۰ ویں صدی سے پہلے کیرانہ گھرانہ کا سنگیت دیس پردیس میں مشہور رہا۔

بمبئی کی درجنوں فلموں میں رَول کرنے والے حکیم کیرانوی جو پہلے کافی عرصے تک امیتابھ بچن کے ہیئر ڈریسر رہے، کیرانہ محلّہ شیخ بدّھا کے تھے۔ حکیم کیرانوی خاندان کے شمیم احمد یہاں کیرانہ میں شاملی بس اسٹینڈ پر حکیم ہیئر ڈریسر کے نام سے دوکان آج بھی کرتے ہیں۔ اُتّم کمار سے حکیم کیرانوی کی شکل ملتی تھی اس وجہ سے اُتّم کمار کی موت ہونے پر حکیم کیرانوی نے اُن کی ادھوری فلمیں پوری کیں۔ حکیم کیرانوی کی بیوی آج بھی بمبئی میں فلمی ہیروئنوں کی ہیئر ڈریسر ہے۔ اس وقت (۲۰۰۷ء) حکیم کیرانوی کے لڑکے عالم حکیم سلمان خان، اَجے دیوگن، کاجول، سیف علی خاں اور وِویک اوبرائے کا ہیر ڈریسر ہے۔

اِس کے علاوہ پیر جی مختار عرف منشی منّقی کیرانہ کے محلّہ امام باڑہ میں (چور گلی کے پاس) رہتے تھے، جنہوں نے تقریباً ۵۰ کامیاب فلموں میں گایا۔ اِن فلموں میں میرے محبوب، پیار کا بندھن، محبوب کی مہندی وغیرہ خاص ہیں۔

محلّہ دربار کے طبلہ بجانے والے وحید بلے میاں، بندے میاں، بین کا لہرا بجانے میں ماہر تھے اور گلوکاروں میں عبدالکریم خاں جن کے فلمی ریکارڈ تہلکہ مچا رہے ہیں، کیرانہ کے ہی رہنے والے تھے۔ یورپ، امریکہ، چین وغیرہ کا سفر کرنے والے عبدالکریم خاں کتّوں کے راگ گانے میں مشہور رہے ہیں اُن کے گیتوں کے ایچ۔ ایم۔ وی کمپنی نے گراموفون ریکارڈ بنوائے اُن کی یاد میں بھارت سرکار نے آل انڈیا ریڈیو پر بھی ایک مجسمہ نصب کرا رکھا ہے اور ایچ۔ ایم۔ وی ریکارڈ کمپنی کے آڈیو کیسٹوں اور ریکارڈ پلیروں پر کتّا کو جو نشان ہے وہ بھی کیرانہ کا ہی کتّا تھا جسے بعد میں عبدالکریم خاں بمبئی لے گئے تھے۔

بہرے وحید خاں، عبدالشکور، نواب سارنگی، بہرے امیر خاں وغیرہ بھی جو اسی قصبے کی دَین ہیں راگ راگنیوں میں مشہور رہے ہیں۔

سعودی عرب میں مذہبِ اسلام کی تعلیم و مکّہ میں حاجیوں کی خدمت کے لئے چلائے جا رہے مدرسے کے قائم کرنے والے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے پادریوں سے مقابلہ کیا اور انگریزی فوج کے خلاف بھی لڑے۔ کیرانہ کے محلّہ دربار کے رہنے والے تھے، انگریزی دَور میں دیس چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ واضح رہے کہ مدرسہ صولتیہ اب ایک اسلامک یونیورسٹی جیسا بن چکا ہے جہاں کیرانہ سے جانے والے حاجیوں کو خاص عزت ملتی ہے۔

مراٹھا دَور میں کیرانہ میں قریب ساڑھے تین سو برس پہلے بنا دَیوی مندر دیس میں اپنی طرح کا پہلا مندر ہے جس کی بنیاد سیوا مری مراٹھا نے رکھی تھی۔ اس مندر کی سات منزلیں ہیں اور اندر سے پہلی منزل سے ساتویں منزل میں پورا کیرانہ ہی نہیں بلکہ ۶ کلومیٹر دور بہہ رہی جمنا اور اِتنی ہی دوری تک

چاروں طرف کے گاؤں دیکھے جاسکتے ہیں۔ان پیڑیوں میں ماتا دُرگا کے خوبصورت مجسمہ کے اوپر چکر دار زینے سے آتے جاتے وقت پیرنہیں آسکتے۔

اِس مندر کی تعمیر پوری کرانے میں پنڈت نیادرمل جو کہ مندر کے پُجاری آنجہانی رَنبیر شرن کے دادا کا نمایاں کردار تھا۔فی الحال نیادرگری کی نسل سے راجکمار پجاری ہے۔اس دَیوی مندر کے سامنے ۱۲ بیگہ زمین میں پکّا تالاب ہے جس کے آس پاس سنتوشی ماتا کا مندر اور خود بخود زمین سے نکلا شِیو لِنگ اور وَن کھنڈی مہادیو مندر، جین مندر و جین باغ ہیں۔

اس کے علاوہ قصبہ میں قریب ۵۰۰ سال پرانی جامع مسجد کے ساتھ اس وقت کل ۹۲ چھوٹی بڑی مساجد ہیں جن میں روزانہ ہزاروں مسلمان خدا کی عبادت کرتے ہیں۔اس کے علاوہ قصبہ میں اور بھی کئی مذہبی مقامات پرانے عہد کی یاد دلا رہے ہیں۔ یہاں پر محلّہ چھڑیان میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی یاد میں سیکڑوں برسوں سے ہر سال ایک ہفتہ سے دو ہفتے تک میلہ لگتا ہے جس میں ہندو، مسلم بڑھ چڑھ کر شامل ہوتے ہیں۔بتاتے ہیں کہ چشتی صاحب سفر کرتے ہوئے یہاں آئے تھے اور چھڑیان چوک پر رات کو آرام کیا تھا، یہاں پر اپنی چھڑی گاڑی تبھی سے یہاں کا میدان، چھڑیان میدان کے نام مشہور ہے۔

کیرانہ کی مرچ دنیا بھر میں مشہور ہے۔ یہاں کی مرچ کا یوپی، ہریانہ، مغربی بنگال، آندھر پردیش، تمل ناڈو اور بمبئی تک کاروبار ہوتا ہے۔ یہاں پر گنّا، گیہوں، چاول، آلو، گوبھی، بَیر وغیرہ بھی بھرپور پیدا ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ غیر ممالک بھیجی جانے والی سلہری بھارت کے لاڈل، ہریانہ، امرتسر پنجاب اور کیرانہ مظفرنگر کی چھاپ ملک میں مشہور ہے۔یہاں پر ہزاروں کاریگر روزانہ ہزاروں میٹر دیسی سوت کے ذریعہ کپڑے وغیرہ بڑی تعداد میں تیار ہوتے ہیں اور ہاتھ کی چھپائی کا بھی یہاں پر کمال ہے، ہاتھ کی چھپائی کے لحاف، چادر وغیرہ دور دور تک بھیجے جاتے ہیں۔

کیرانہ جسے کئی بار جمنا ندی کی باڑھ نے نقصان پہنچایا اور مہابھارت میں مرکز رہا ہے، آج سرکار کے ذریعہ نظرانداز کیا جارہا ہے۔جبکہ اس علاقے کے گرام بیلڑا کے چودھری نارائن سنگھ یوپی کے نائب وزیر اعلیٰ بھی رہ چکے ہیں اور سابق وزیر اعظم چودھری چرن سنگھ کی اہلیہ محترمہ گایتری دیوی بھی کیرانہ سے ایم۔پی چن کر لوک سبھا میں پہنچ چکی ہیں۔

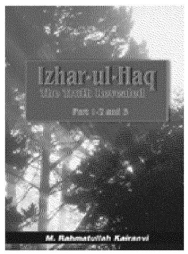
کیرانہ اخباری جگت میں بھی آگے رہا ہے یہاں سے ۱۹۳۶ء میں ''ضرورت'' نام کا ہفتہ واری اخبار دیوی چند بسمل کے ذریعہ شائع کیا گیا تھا جب مظفرنگر سے کوئی اخبار نہیں نکلتا تھا بلکہ میرٹھ سے صرف ایک اخبار ''کرانتی'' نکلتا تھا۔بسمل صاحب مرحوم نے ''ضرورت'' اخبار کو اردو زبان میں شروع کیا۔ ۱۹۶۰ سے ۱۹۸۰ تک چھپنے کے بعد بسمل صاحب کے انتقال کی وجہ سے بند ہوگیا۔

سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو بھی بسمل سے ملنے کیرانہ آیا کرتے تھے۔موجودہ دَور میں کہنے کو تو یہاں سے ایک درجن اخبار شائع ہوتے ہیں لیکن سرکار کے نظرانداز کرنے اور مالی حالت ٹھیک نہ

ہونے کی وجہ سے وقت پر نہیں چھپ رہے ہیں اور کئی بند ہونے کو ہیں۔کیرانہ اور آس پاس کے دیہات کے جوجھارو اور کھوجی نامہ نگاروں نے یہاں پر وقت وقت پر بہت سی باتوں سے پردہ اٹھانے کے ساتھ ہی گاؤں اور قصبہ کی دقّتوں کو اُٹھا کر سرکار کے سامنے رکھا ہے اور ان کے حل کرانے میں بھرپور ہاتھ رہا ہے۔

کل ملا کر کیرانہ بھارت میں جہاں ایک اور اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہے وہیں دوسری طرف فی الحال بہت سی پریشانیوں سے جوجھ رہا ہے۔جس وجہ سے یہاں کا عام آدمی روزگار کی تلاش میں آس پاس کے قصبوں میں اپنی روزی روٹی تلاش کرنے کے لئے مجبور ہے۔

مزید جانکاری کے لئے دیکھیں ویب سائٹ www.kairana.net ۔



Book: **Izhar -ul- Haq** By: **M Rahmatullah Kairanvi**
Published in **London** (www.taha.co.uk)

English Translation of: **Izhar -ul- Haq** The Truth Revealed Parts 1-2 and 3 By M Rahmatullah Kairanvi Paperback 474 Pages Ref: 139 ti Price: £9.95 Originally written in Arabic under the Title Izhar ul Haq by the distinguished 19th century Indian Scholar Maulana Rahmatullah Kairanvi and appeared in 1864. Well before the now famous Muslim-Christian Debates by Ahmad Deedat of South Africa Maulana Rahmatullah was **challenging the Christian offensive against Islam in British India**. In a debate which took place in January 1854, in Akbarabad in the City of Agra. The Rev C C P Founder (who had written a book in Urdu to cast doubts into the minds of the Muslim) admitted that there were alterations in the Bible in seven or Eight places to which the Maulana commented "If any alteration is proved to have been perpetrated in a particular text, it is considered null and void and invalidated. This and other debates proving Islam to be the true religion was part of the trigger which lead to the Brutal British aggression against the Muslims of India in 1857 in which thousands of Ulemah were killed, Maulana Rahmatullah was at the top of the list, but Allah saved him and took him to Makkah where he established The **Madrasa Saulatia**.

ماسٹر نصیب الدین عبّاسی کیرانوی

صدر آل انڈیا شیخ جمعیۃ العبّاس

نواب کا انصاف، پرانا قلعہ اور پرانی عیدگاہ

نواب کا انصاف:

تالاب کے اتر پوربی کونے پر جو مخدومیہ مسجد ہے، اس کو دیکھنے پر ایسا لگتا ہے جیسے یہ تالاب کے کونے پر اندر کی چوکور جگہ میں بنی ہے۔ دراصل اس جگہ پر تالاب کی تعمیر سے پہلے نواب کی خادمہ کا گھر تھا، یہ گھر نواب نے تحفتاً دیا تھا۔ جب نولکھا باغ کے بیچ میں نواب مقرب خاں نے تالاب بنوانا چاہا تب اس کو چکور بنوانے میں یہ گھر حائل تھا۔ نواب نے خادمہ سے کہا کہ تم بدلہ میں دوسری جگہ لے لو تاکہ مجوزہ تالاب چوکور بن سکے۔ خادمہ نے انکار کر دیا اور وجہ بتائی کہ جب تک اس تالاب کی وجہ سے آپ کا نام زندہ رہے گا آپ کا عدل وانصاف بھی مشہور رہے گا کہ آپ نے بغیر مرضی کے غریب کی زمین نہیں لی اور تالاب کو یہ کونے کی جگہ چھوڑ کر تعمیر کرایا۔ کچھ عرصہ پہلے اس زمین کے ٹکڑے کو پیر جی فراغ احمد کے لڑکوں نے مسجد کو دیا تھا۔

پرانا قلعہ

آریہ انٹر کالج کی جگہ کبھی چھوٹی اینٹیں تعمیر کرنے کا پڑاوہ تھا اور برابر میں راجا کرن دت پال کا قلعہ تھا۔ اس قلعہ کا دروازہ قلعہ گیٹ اب بھی سلامت ہے۔ قلعہ کی فصیل پر بابا بھورے شاہ کا مزار ہے۔ اُسی جگہ پر قلعہ گیٹ چوکی ہے۔ شاملی روڈ کا تھانہ بعد میں بنا شاہی دور کا تھانہ یہی ہے۔

پرانی عیدگاہ

کھرگان روڈ پر چھپّر والی مسجد جو اَب علی شیر والی مسجد بھی کہلاتی ہے کبھی یہاں پر پتھروں سے بنی پرانی عیدگاہ تھی۔ کچھ دوری پر بڑی عیدگاہ تعمیر ہونے کی وجہ سے یہ جگہ بغیر استعمال کے پڑی رہی۔ اس جگہ پر چوہدری اختر حسن صاحب و چوہدری شریف احمد صاحب مرحوم اور نوین چند جین ایڈوکیٹ مرحوم کی باہمی رضامندی سے موجودہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اختر حسن صاحب سابق ایم پی کا نمایاں کردار رہا اور محمد اکبر عبّاسی کی یاد میں حاجی کریم الدین عباسی کے عطیہ سے مسجد کی تعمیر شروع کی گئی۔

عمر کیرانوی

بارہ دری

قصبہ کیرانہ میں پورب کی طرف تھانہ کوتوالی کے پیچھے کچھ دوری پر مغلیہ دور میں بنی عمارت بارہ دری یعنی بارہ دروازوں والی اسلامی فنِ تعمیر کی بہترین مثال ہے۔ چمک دمک ایسی کہ آج بھی اِس کی چھت پر جاکر چھت کے فرش کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کچھ وقت پہلے ہی بنی ہو۔ بارہ دری لال چھوٹی اینٹوں کی زمین سے تقریباً ۴ فٹ اونچے چبوترے پر بنی ہے۔ جس میں چاروں اور تین تین دروازے ہیں۔ والد صاحب مولانا شمس الاسلام مظاہری باغباں صاحب بتاتے ہیں یہ عمارت وزیرِ جہانگیر نواب مقرب خاں نے اپنی رانیوں کے لئے نولکھا باغ میں بنوائی تھی۔

اس نواب کے بارے میں ''آثارِ رحمت'' کتاب میں ص۹۴ پر لکھا ہے''جب وہ ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو ایک ہزار عورتوں کے ہجوم میں نہایت مسرت اور بے فکری کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے''۔ باغ اور تالاب کا تذکرہ جہانگیر بادشاہ نے اپنی کتاب ''تزک جہانگیری'' میں تفصیل سے کیا ہے۔

بارہ دری کے آس پاس کی زمین پر کاشت کرنے والے (جن کی رہائش عمارت سے تھوڑی دوری پر ہے) واجد اور خالد باغباں صاحب بتاتے ہیں جو قصبہ کی عوام میں مشہور بھی ہے وہ یہ کہ کبھی یہاں جانگ پہلوان ورزش کیا کرتا تھا وہ اتنا طاقتور تھا کہ جس پتھر پر وہ ہاتھ رکھ کر ورزش کرتا تھا، اُس کے ہاتھ کے نشان اُس پتھر بھی آ گئے تھے وہ پتھر کچھ وقت پہلے گم ہو گیا۔ جانگ پہلوان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بار وہ جن سے لڑا تھا، جن بھی اُسے چِت نہ کر سکا۔

اُس بارہ دری کے پہلوان کی طاقت کا اندازہ ایک اور بات سے ہوتا ہے کہ ایک پہلوان جانگ پہلوان سے لڑنے آیا، جانگ کی بہن بارہ دری پر موجود تھی اُس سے اُس پہلوان نے بات کی، بہن نے کہا کہ وہ کچھ وقت میں آ جائے گا تب تک تم نہا لو۔ پہلوان نے پاس میں بنے کنوئیں جس میں سے بیل ہَرٹ کے ذریعے پانی نکالتے تھے پر کپڑے اُتار کر نہانے لگا۔ جانگ کی بہن نے کپڑے اُس پتھر کے نیچے رکھ دیے جس سے بیج بونے کے بعد زمین کو ہموار کیا جاتا ہے۔ نہانے کے بعد وہ پہلوان اپنے کپڑوں کو پتھر کے نیچے سے نہ نکال سکا، جانگ کی بہن نے ہی کپڑے نکال کر دیئے۔ اُس بہن کی طاقت دیکھ کر اُس پہلوان نے اندازہ لگا لیا کہ جب اِس میں اتنی طاقت ہے تو اِس کے بھائی میں کتنی طاقت ہوگی۔ وہ چپ چاپ واپس چلا گیا۔

Mr. Aslam Siddiqui Kairanvi

(Ex-**Deputy Managing Director, National Bank of Pakistan**)

Profile: Mr. Aslam Siddiqui was born in 1915 in Kairana. He was the second son of Mrs. & Mr. Mukrim Siddiqui. His primary schooling was done in the English Middle School, Kairana and afterwards he moved to Jodhpur for further studies. He passed grade eighth examination from Oswal Middle School, Mahamandir, grade tenth from Darbar High School and grade twelfth from Jaswant College, Jodhpur. In July 1935, He joined Allahabad University as a student of Faculty of Commerce and lived there as a resident in famous Hostel Holland Hall's room no. 61 in the proximity of Jawahar Lal Nehru's ancestral home Anand Bhawan. At that time Anand Bhawan and Swaraj Bhawan were the hub of political activities of Indian Freedom Fighters. He graduated from Allahabad University in 1937 and was selected for U.P. Local Fund Account Service by Public Service Commision in the same year. As an auditor he travelled throughout U.P. for nine years. He resigned from Government service in 1946 and joined Habib Bank Limited in Bombay as Selective Service Officer. At the time of partition he was the manager of the Chandni Chowk branch of Habib Bank in Delhi. The same time he moved to Pakistan and adopted it as his utopia. He held senior positions as Deputy Managing Director, National Bank of Pakistan and the Industrial Development Bank of Pakistan. In 1967 he was appointed Managing Director of Commerce bank of Pakistan Ltd. and held this position until nationalization of banks in January 1974 by the Zulfi Bhutto Government. In May 1974 he migrated to Hong Kong and joined the Bank of Credit and Commerce International (BCCI) as its Chief Representative for the Far East and South-east Asia and Managing Director BCCI Finance International Limited, Hong Kong. He resigned from these positions in March 1982 and set up his own business in Hong Kong as a financial consultant and security and exchange trader. He has written an autobiography entitled, "Life and Times of a Pakistani Citizen" published by Ferozsons Private Limited Lahore. In this book he has given vivid description of Kairana and the princely state of Marwar Jodhpur during his childhood days.

(Thanks: **Faisal Ansari kairanvi**)

Jamil Naqsh

(Pakistan's leading artists):

Kairanvi His persona is reclusive, elusive, almost solitary and his work - it is exclusive, abstruse and almost rarefied. Jamil Naqsh, an enigmatic artist, lives his life on his own terms, calls his own shots, does exactly what he wants to do and in doing so maintains his position as one of Pakistan's leading artists. A brilliant contemporary painter, his success story is an amalgam of immense talent, creativity, labour, single-mindedness and of course strategy. The Naqsh mystique has been engineered and it is very much there. A ploy it may be but it is a charming one at that, for it adds that something extra to his artistic genius, shifting his work to a much higher plane. This success story unfolded in the peaceable, romantic environs of distant **Kairana** in the U.P. Province of India, where the young artist was born in 1939, in a cultured Muslim zamindar family. Young Jamil was nurtured in a climate of creativity, where artistic, musical and literary pursuits were freely practiced. His childhood memories are entwined amidst family pets - horses, cats, pigeons and a favourite goat - kite flying, chess, shikaar, Persian and Urdu poetry, classical music together with prayers and fasting. At the age of nine, in 1947, the trauma of displacement that came with partition hit the growing child harder than most others. Having lost his mother when he was five, Jamil migrated to Pakistan with his elder siblings, but his father remained behind - never to meet again. Bereft of parental moorings, unsettled Jamil trekked back home in his early teens, perhaps to recapture a lost childhood - but it was not to be. For two years he journeyed through Chittagong to Calcutta, Khatmandu to Colombo, Peshawar to Karachi. In 1953 his journey ended in Lahore, where he joined the Mayo School of Arts & Crafts. Mayo School of Arts & Crafts. As a student of Mayo, the young Jamil got his first taste of modern art. Pioneer modernist Shakir Ali had just arrived in Lahore after his sojourn abroad. His concepts on rudiments of contemporary art were a breath of fresh air for the young artists in the making, Jamil Naqsh including. However, keeping in mind the traditional ambience of Kairana, the artist's childhood home, his love for the classical and the oriental in arts was a very natural preference. At the Mayo school he was introduced to the art of miniature painting courtesy, the renowned Ustad Haji Sheriff. Soon Jamil Naqsh abandoned his study courses at Mayo to work full time with Ustad Sheriff. Thus began his grounding in this discipline. Working from morning to dusk he imbibed technique, methodology, and unique intricacies peculiar to Mughal miniature painting. At this juncture, developments in modern art in Pakistan were rapid, popular and eagerly accepted. The synthesis of abstraction and finesse of miniature apparent in Jamil's work now probably had its origin in that early educative phase when he was learning in a climate of twin exposures. Album painting and non-objective art are mutually contradictory but Jamil Naqsh borrowed the best of both to create his own aesthetic vocabulary, which then became his signature style.

thanks: **www.getpakistan.com**

0--0--0--0

بہ شکریہ: جناب عبدالعزیز انصاری

چیئرمین کیرانہ (کب سے کب تک)

	جناب بابو شریف احمد		
۱۔	جناب مبارک علی خاں	10.1.45 سے	14.3.46 تک
۲۔	جناب بابو رام متّل	23.4.46	24.4.47
۳۔	جناب آسا رام جین	5.4.48	15.3.51
۴۔	جناب بابو رام گپتا	5.7.51	14.12.53
۵۔	حکیم ریاض احمد	15.12.53	21.2.57
۶۔	جناب بابو رام گپتا	14.11.57	28.5.59
۷۔	چوہدری بشیرالدین	11.8.59	28.1.61
۸۔	چودھری کالا (کارگذار)	10.2.61	13.11.61
۹۔	جناب بابو رام گپتا	14.11.61	2.6.63
۱۰۔	جناب بشیر احمد	14.12.64	6.5.66
۱۱۔	جناب بشیر احمد (کارگذار)	3.6.66	21.9.66
۱۲۔	جناب شیام لال	22.9.66	oct. 67
۱۳۔	جناب بشیر احمد	oct. 67	21.12.72
۱۴۔	جناب مہاویر پرشاد جین (کارگذار)	jun 73	2.3.73
۱۵۔	چوہدری اختر حسن	2.3.73	2.5.74
۱۶۔	جناب سعید قریشی (کارگذار)	17.5.74	15.3.75
۱۷۔	جناب بشیر احمد (کارگذار)	18.3.75	21.7.75
۱۸۔	چوہدری اختر حسن	22.7.75	13.9.76
۱۹۔	جناب بشیر احمد	22.12.88	3.8.91
۲۰۔	جناب نہامل (کارگذار)	4.8.91	25.9.91
۲۱۔	جناب نہامل (کارگذار)	3.11.91	13.8.92
۲۲۔	جناب نہامل (کارگذار)	22.12.92	19.1.94
۲۳۔	جناب بشیر احمد	1.12.95	30.11.2000
۲۴۔	جناب عبدالعزیز انصاری	1.12.2000	30.11.2005
۲۵۔	جناب جے چند		
۲۶۔	جناب عبدالعزیز انصاری	16.11.2006	

بہ شکریہ: www.muzaffarnagar.nic.in

VIDHAN SABHA (M.L.A.) Kairana Record:

VIDHAN SABHA ELECTION -

VIDHAN SABHA - **YEAR 1952**

KAIRANA NORTH,SHRI KESHAV GUPT, CONGRESS

KAIRANA SOUTH, SHRI VIRENDRA VERMA, SHAMLI, CONGRESS

VIDHAN SABHA **YEAR-1957**

SHRI VIRENDRA VERMA, SHAMLI, CONGRESS

VIDHAN SABHA **YEAR-1962**

SHRI CHANDAN SINGH, KHERI KARMU, INDEPENDENT

VIDHAN SABHA **YEAR-1967**

SHRI SHAFFAKAT JUNG,KANDHLA, CONGRESS

VIDHAN SABHA **YEAR-1969** (MIDTERM)

SHRI CHANDER BHAN KAIRANA, B.K.D.

VIDHANSABHA **YEAR-1974**

SHRI HUKUM SINGH, KAIRANA,CONGRESS

VIDHAN SABHA **YEAR-1977**

SHRI BASHIR AHMAD, KAIRANA, JANTA PARTY

VIDHAN SABHA **YEAR-1980**

SHRI HUKUM SINGH,KAIRANA, JANTA (CHARAN SINGH)

VIDHAN SABHA **YEAR-1985**

SHRI HUKUM SINGH,MUZAFFAR NAGAR,CONGRESS

VIDHAN SABHA **YEAR-1989**

SHRI RAJESHWAR BANSAL, SHAMLI, INDEPENDENT

VIDHAN SABHA **YEAR-1991**

SHRI MUNAWWAR HASAN KAIRANA, JANTA DAL

VIDHAN SABHA **YEAR-1993**

SHRI MUNAWWAR HASAN, KAIRANA, , JANTA DAL

VIDHAN SABHA **YEAR-1996**

SHRI HUKUM SINGH, MUZAFFAR NAGAR, BJP

VIDHAN SABHA **YEAR-1999**

SHRI HUKUM SINGH, MUZAFFAR NAGAR, BJP

VIDHAN SABHA **YEAR-2002**

SHRI HUKUM SINGH, MUZAFFAR NAGAR, BJP

VIDHAN SABHA **YEAR-2007**

SHRI HUKUM SINGH, MUZAFFAR NAGAR, BJP

(ویب سائٹ www.muzaffarnagar.nic.in پر ۱۹۹۹ء تک کا ریکارڈ ہے)

بہ شکریہ: www.muzaffarnagar.nic.in

LOK SABHA (M.P.) Kairana Record:

LOK SABHA YEAR-**1952**
SHRI AJIT PRASAD JAIN, CONGRESS
(SAHARANPUR AND MUZAFFARNAGAR NORTH)
SHRI HEERA BALLABH TRIPATHI,CONGRESS
(MUZAFFARNAGAR SOUTH)

LOK SABHA **YEAR-1957**
SHRI SUMAT PRASAD JAIN,CONGRESS(MUZAFFARNAGAR)

LOK SABHA (kairana) **YEAR-1962**
SHRI YASHPAL SINGH PANIYALA,INDEPENDENT

YEAR-1967
SHRI GAYYUR ALI KHAN,S.S.P.

LOKSABHA **YEAR-1971**(MIDTERM),
SHRI SHAFFAKAT JUNG, CONGRESS(J)

LOKSABHA **YEAR-1977**
SHRI CHANDAN SINGH,LOKDAL

LOKSABHA **YEAR-1980**
SMT.GAYATRI DEVI,JANTA (S)

LOKSABHA **YEAR-1984**
SHRI AKHTAR HASAN KAIRANA,CONGRESS

LOKSABHA **YEAR-1989**
SHRI HARPAL NALA(Panwar), JANTA DAL

LOKSABHA **YEAR-1991**
SHRI HARPAL NALA(Panwar),JANTA DAL

LOKSABHA **YEAR-1996**
SHRI MUNAWWAR HASAN,S.P.

LOKSABHA **YEAR-1998**
SHRI VIRENDRA VERMA,B.J.P.

LOKSABHA **YEAR-1999**
SHRI AMIR ALAM KHAN,S.P.

LOKSABHA **YEAR-2004**
SMT. ANURADHA CHAUDHARY, LOKDAL

(ویب سائٹ www.muzaffarnagar.nic.in پر ۱۹۹۹ء تک کا ریکارڈ ہے)

ترتیب: سلیم اختر 9319390508

کیرانہ کے چند شاعروں کے نام و رابطہ کے نمبر

۱۔	جناب مظفرالاسلام رزمی	9412582799
۲۔	جناب کوثر زیدی	9897019214
۳۔	ڈاکٹر عیوض علی عیوض	9319057046
۴۔	ڈاکٹر زاہد حسن شعور	9319395907
۵۔	ڈاکٹر سلیم اختر فاروقی	9319390508
۶۔	جناب انصار صدیقی	01398-268313
۷۔	ڈاکٹر شباب کیرانوی	9837614643
۸۔	سردار علی سردار	9897828847
۹۔	جناب وثیق قاسم	9358870146
۱۰۔	چوہدری ریاست علی	9837780616
۱۱۔	جناب عثمان عثمانی	9719275502
۱۲۔	جناب ریاست علی تابش	9719253609
۱۳۔	جناب قاصی انیس احمد	9997428050
۱۴۔	جناب شیر خان ساحل	01398-267510
۱۵۔	حاجی اکبر انصاری	9897460600
۱۶۔	جناب شمشیر عالم سیفی	9319390508P.P.

یادیں ویب سائٹ سے اِس کتاب تک

ہے مختصر ط مگر باتیں ساری ہیں
ہے قلم میری، پر یادیں تمہاری ہیں

روایت ہے کہ کتاب کیسے، کیوں اور کس مقصد سے چھپی اُس پر روشنی ڈالی جائے۔اس لئے یادداشت کولفظوں میں پیش کرر ہاہوں۔جس میں نئی جانکاریاں سامنے آئیں گی۔

ادبی جریدہ ''جدید ادب'' جرمن اُردو کا پہلا ایسا جریدہ جو مکمل ویب سائٹ پر بھی ہوتاہے،جس سے میں دوسال وابستہ رہا، پر چھپامیرا نام''عمر کیرانوی'' دیکھ پاکستان کے ایک بڑے ادارہ''خواجہ فرید فاؤنڈیشن'' کے سکریٹری مجاہد جتوئی نے خط کے ذریعہ مجھ سے رابطہ قائم کیااور مدد مانگی کہ تقریباً ۱۰۰سال قبل میں کیرانہ کے ''مرزااحمداختر'' جنہوں نے تقریباً ۵۰ کتابیں لکھی ہیں، اُن کی اُن ۱۰۔۱۲کتابوں کی تلاش ہے جوخواجہ فرید پرلکھی گئی ہیں۔

اسی وجہ سے میں شاعر ڈاکٹرسلیم اختر سے رابطہ کیا کہ اُن کاتخلص بھی اختر ہے۔کچھ ہاتھ نہ لگاصرف ایک مہراور دوشعروں کے،لیکن اس تلاش میں اپنی تاریخ سے لگاو ہوگیا۔یہ حالت ہوگئی بقول منشی مثّقی:

نہ چھیڑ اے ہم نشیں پردیس میں بھولا سا افسانہ
مجھے پہروں رُلاتا ہے میرا گھر میرا کیرانہ

اِنہیں دنوں اکبرانصاری صاحب ولد خلیفہ رامو نے ہمیں ایک کتاب ''گُل آثار رحمت'' دی جس سے ہمیں اگلی جانکاریوں کے جمع کرنے میں آسانی ہوئی۔بہت سی جانکاریوں کوجمع کرنے میں سلیم صاحب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اُکتاہٹ بھی نہیں ہوتی تھی۔

محبانِ کیرانہ تک ان جانکاریوں کے پہنچانے کا ایک طریقہ سمجھ میں آیا کہ ویب سائٹ بنائی جائے جوسب سے آسان اور سستاوسیلہ ہے۔جسے دنیا میں کہیں اور کبھی بھی دیکھا جاسکتاہے۔لہٰذا ۲۰۰۴ء میں ویب سائٹ شروع کی گئی۔۲۰۰۵ء میں www.kairana.net نام سے رجسٹریشن کرالیا گیا۔جسے تین ہزار سے زیادہ بار دیکھا جاچکا ہے۔

عام آدمی کی ابھی انٹرنیٹ تک پہنچ نہیں ہو پائی،اس لئے ویب سائٹ کمیٹی کے مشورے سے

ہندی میں ''کیرانہ کل اور آج'' کتاب چھپوائی گئی، جو بیحد مقبول ہوئی۔کیرانہ میں اُردو جاننے والوں کی بھی کثیر تعداد ہے اس لئے اب اُسی کتاب کواضافہ کے ساتھ اُردو میں پیش کیا جارہا ہے۔

کتاب کی تصحیح حافظ ماسٹر سلیم الدین باغباں اور اباجی (مولانا ماسٹر شمس الاسلام مظاہری) سے دور کرائی گئی ہیں۔ ہندی کی بھی آپ دونوں حضرات نے کی تھی۔ والد صاحب کتاب ''ایک مجاہد معمار'' کو ہندی کرکے پہلے ہی چھپوا چکے ہیں،''کیرانہ کل اور آج'' کتاب ہندی میں آپ کے تعان سے چھپی تھی۔اب یہ کتاب بھی آپ ہی کے تعاون سے چھپ سکی۔

ہندی والی کتاب''کیرانہ کل اور آج'' میں جو محنت ہم کر سکے،کم وقت کی وجہ سے اُتنی محنت اس میں نہ ہوسکی، پھر بھی جتنا ممکن ہوسکا کیا۔

ماسٹر نصیب الدین عبّاسی صاحب کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے کتاب ائمہ مساجد،اسکولوں اور مدارس تک جلد پہنچے گی۔

اُمید ہے یہ کتاب آپ کی جانکاریوں میں اضافہ کرے گی۔

کیرانہ وَیب سائٹ کمیٹی

۱۔ جناب محمد عمر کیرانوی (ویب ماسٹر)	09871416172
۲۔ ڈاکٹرسلیم اختر فاروقی	9319390508
۳۔محترمہ اِسنہہ لتا سینی	9358897485
۴۔ جناب مہربان علی کیرانوی	9837564013
۵۔ جناب مشرف صدیقی	9319489148
۶۔ جناب اقبال حسن	9412582762
۷۔ جناب ضیاءالاسلام	9897936687
۸۔ جناب اُمیت گرگ	9319447400
۹۔ جناب مکیش کمار گویل	9897871425
۱۰۔ جناب شاد اختر صدیقی	09868378678
۱۱۔ تاراچند سینی	9358783219